سہیل احمد

ولی

فن و شخصیت

اور

کلام

اردو رائٹرس گلڈ، الہ آباد

ولی فن و شخصیت اور کلام

ولی فن و شخصیت اور کلام

ساحل احمد

اردو رائٹرس گلڈ الہ آباد

قیمت : بارہ روپے

بار اول : فروری ۱۹۷۹

تعداد : چھ سو

طابع : تاج آفسٹ پریس۔ الہ آباد

کتابت : سلیم اللہ نیر الہ آبادی

ناشر : اردو رائٹرس گلڈ۔ الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

دستیاب :

نیشنل اکادمی۔ ۹۔ انصاری مارکیٹ۔ دریا گنج۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

بک ایمپوریم۔ سبزی باغ پٹنہ

الیاس ٹریڈرس۔ شاہ علی بندہ روڈ۔ حیدرآباد

بھوپال بک ہاؤس۔ بدھوارہ۔ بھوپال

کتابستان، ۳۰ چک الہ آباد

اور ملک کے دوسرے اہم بک سیلرز

دکن
اور
اہلِ دکن
کے نام

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کل اور آج کے اس طویل فاصلے میں بھی ولی کا کلام پرانا نہیں ہوا وہ آج بھی کل کی طرح تازہ و شگفتہ ہے۔ اس کی لطافت دائمی ہے۔ یہ کتاب اسی کا اعتراف نامہ ہے اور جو کچھ محدود مطالعہ میں محسوس کیا لکھ دیا۔ خیال، نقد و میزان پر کھرا اترتا ہے یا نہیں، نہیں جانتا مگر اس خیال کی جو دکنی ادب کی تہذیب وارضیت کے جاننے، قبولنے یا ظہور کی چاہ مدتوں سے قید تھی ایک شکل اختیار کی جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔

گرچہ پابند لفظ ہوں لیکن
دل مرا عاشقِ معانی ہے

الہ آباد

دکن کی ادبی ولسانی خدمات کا جائزہ لیتے وقت شمالی ہندوستان کے دو بادشاہوں ایک سلطان علاءالدین خلجی اور دوسرے تغلق کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲۹۵ھ میں علاءالدین خلجی نے ملک کافور کی سرکردگی میں پچیس ہزار لشکر کے ساتھ دیوگری (دولت آباد) پر حملہ کیا اور بہت سا مال واسباب لوٹ کر کڑا مانک پور واپس ہوا تھا۔[۱] علاءالدین کی یہ غیر حاضری جو لگ بھگ چھ ماہ تک رہی جلال الدین کو شک وشبہ میں مبتلا کر دیا۔ اس واقعہ نے چچا اور بھتیجہ کے مابین اختلافات کی خلیج کو اور زیادہ وسیع کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں علاءالدین نے ایک سازش کے تحت ایسے نیک دل چچا کو ۱۲۹۶ء میں کڑا مانکپور میں دریائے گنگ کے درمیان کشتی پر ہی قتل کرا دیا اور خود اپنی سلطانی کا اعلان کر دیا اور کڑا مانک پور کو ہندوستان کا پایۂ تخت قرار دیا۔ ایک سال بعد ملکی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے دھلی کو دوبارہ پایۂ تخت قرار دے کر عبد الملک کو کڑا مانکپور کا گورنر نامزد کر کے دھلی چلا گیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد اسے معزول کر کے نصرت خاں کو گورنر نامزد کیا۔[۲]

---

[۱] اس واقعہ کی پوری تفصیل مثنوی قرآن السعدین میں درج ہے۔
[۲] اس واقعہ کا ذکر امیر خسرو نے اپنی مثنوی خضر خاں دیول رانی میں تفصیل سے کیا ہے۔

علاءالدین ۱۲۹۵ء سے ۱۲۳۲ء تک دکن کو اپنے حملے کا کئی بار نشانہ بناچکا تھا- یہ حملے زیادہ تر ملک کافور کی سرکردگی میں ہوئے۔ چوں کہ اس کے سپاہیوں کی بیش تر تعداد اودھی، اور پوربی بولنے والوں پر مشتمل تھی جس نے دکن کی بولیوں پر بہ راہ راست اثر ڈالا- کڑا مانکپور کو بہ جا طور پر اس پر فخر ہو سکتا ھے کہ اس نے دکن کی بولیوں پر اپنی بولیوں کے اثرات ڈال کر اردو زبان کی بنیاد رکھنے کی اور ایک نئی بولی رائج کرنے میں حصہ لیا جب کہ تغلق نے خلجی کے حملے کے ۳۲ سال بعد اپنا دارالسلطنت دھلی سے دیوگری یعنی دولت آباد منتقل کیا تھا- علاءالدین ۴-۳ ماہ تک دکن میں ٹھہرا رھا ھے اور واپسی کے بعد بھی سپاہیوں کی ایک خاصی تعداد یہیں چھوڑ دی تھی- یہ خیال اغلب ھے کہ انھوں نے تبادلۂ خیالات اور لین دین کے سلسلے میں ان کی بولیاں سیکھی ہوں گی اور اپنی بولیاں سکھلائی ہوں گی- ۱۳۲۷ء میں تغلق نے دیوگری کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا اور جس کی وجہ سے تغلق کے سپاہیوں کی بھی اچھی خاصی تعداد دکن میں قیام پذیر ہوگئی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ شمالی ھند کے علماء و مشائخ اور شاعر و ادیب بھی جمع ہو گئے تھے جن کی زبانیں ترکی اور فارسی تھیں وہ کھڑی بولی میں ٹوٹی پھوٹی بات چیت کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اس کے سپاہیوں کی زیادہ تعداد اُن ہندوستانیوں پر مشتمل تھی جن کی بولیاں عام طور پر کھڑی، برج، اودھی یا پوربی تھیں- جنھوں نے مرھٹی، تیلگو اور کنڑی بولیوں سے مل کر ایک نئی بولی جس کی بنیاد علاءالدین کے سپاہیوں نے ۳۲-۳۰ سال پہلے رکھی تھی اس کی وسعت و ترقی میں

حصہ لیا۔ جو دکنی اردو کے نام سے معروف ہوئی جیسا کہ مولوی غلام رسول صاحب لکھتے ہیں تیرھویں صدی سے مسلمانوں کے دکن پر حملے شروع ہوئے۔ علاء الدین خلجی نے ۱۲۹۵ء میں دیوگری (دولت آباد) پر یورش کی اس کے سپہ سالار ملک کافور نے ۱۳۲۲ء میں ورنگل پر تسلط جمایا۔ تغلق نے ۱۳۲۷ء میں دیوگری کو اپنا پایۂ تخت بنانے کے لئے نقل آبادی کا حکم دیا۔ جس کی بنا پر فوجیں، شرفا اور عوام معہ مولیشیوں کے ھزاروں خاندانوں کو دیوگری جانا پڑا۔ بعد میں ارادہ بدل گیا ۱۳۲۹ء میں پایہ تخت پھر دھلی چلا گیا۔ چند خاندان یہیں رہ پڑے۔ فوجی عہدہ دار عموماً مسلمان تھے لیکن سپاھیوں میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے جو مختلف علاقوں کے رہنے والے تھے۔ فوجی افسر دھلی کے تھے وہ ایسی زبان بولتے تھے، جن پر پنجابی، ھریانی، اودھی اور برج زبانوں میں سے ایک سے زیادہ بولیوں کے اثرات تھے۔ جب اُن کا دکن میں غیر ملکی عہدہ داروں سے سابقہ پڑا۔ جن کی مادری زبان عربی فارسی اور ترکی تھیں۔ ھردو کے درمیان ربط و ضبط بڑھا اور فوجیوں کو مقامی لوگوں سے تبادلۂ خیالات کی نوبت آئی اور بازاروں میں خرید و فروخت کی ضرورت پڑی تو صورت حال کے ساتھ مختلف بولیوں کی آمیزش سے ایک نئی زبان وجود میں آئی جو دکھنی یا دکنی کہلاتی ھے" [۱]

دکن جو اپنی تہذیب و معاشرت، علمی سرپرستی، رقص و مصوری اور

---

[۱] سب رس۔ جنوری ۱۹۷۱ء ص ۲۲

یک جہتی کی اعلیٰ روائتوں کا امین ہے۔ وہیں سب سے پہلے غزل کا غنائی لب ولہجہ اپنے ہند رومانی تیوروں کے ساتھ گونجا تھا۔ یہی وہ علاقہ ہے جہاں مختلف ثقافتوں کی نشوونما ہوئی۔ مختلف زبان بولنے والوں کے اتحاد واتفاق سے ایک نئی زبان وجود میں آئی جسے دکھنی یا دکنی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ابن نشاطی اور ہاشمی نے اسی نام پر اتفاق کیا ہے۔ البتہ میراں جی شمس العشاق نے اُسے ہندی یا ہندوی کہا ہے۔ ۱۳۴۷ء میں حسن گنگو نے اپنے محسن برہمن کی یاد میں بہمنی سلطنت کی بنیاد رکھی جس نے اپنا پہلا پایۂ تخت گلبرگہ اور دوسرا بیدر قرار دیا تھا سرکاری زبان دکنی ہندی تھی[۱] اس بولی میں متعدد مذہبی رسالے اور کتابیں تصنیف کی گئیں جن میں خواجہ بندہ نواز گیسودراز کی معراج العاشقین اشرف کی نوسرہار عبداللہ حسینی کی نشاط العاشقین، قابلِ ذکر ہیں فیروزشاہ اس خاندان کا وہ پہلا بادشاہ شاعر ہے۔ جس نے اپنے سیاسی تدبّر سے نہ صرف بہمنی سلطنت کو ترقی دی بلکہ ایک مشترکہ تہذیب وتمدن کے احیاء میں حصہ لیا۔ احمد شاہ کے عہد میں شیخ آذری، نظیری، اور سنائی نے دکنی میں عمدہ شاعری کی۔ آذری کی بہمن خاندان کی منظوم تاریخ اس دور کی بہترین یادگار ہے۔ ۱۵۲۷ء میں سلطان کلیم اللہ کی وفات کے بعد محمود شاہ جو اس سلطنت کا آخری بادشاہ تھا۔ روبہ زوال سلطنت کو متحد نہیں رکھ

---

[۱] فرشتہ (نصیرالدین ہاشمی کے لفظوں میں ہندی اس زبان کا نام تھا جو شمال سے سپاہیوں کے ساتھ پہنچی اور ایک نئے رنگ میں ڈھل کر دکھنی کے نام سے موسوم ہوئی)

سکا۔ اس کے صوبے داروں نے سلطنت سے علیحدگی اختیار کرکے اپنی الگ الگ ریاستیں قائم کیں۔ جن میں گول کنڈہ اور بیجاپور کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس عہد کے ممتاز شعراء میں فیروز، خواجہ بندہ نواز گیسو دراز عبداللہ نظامی، حسینی، آذری، اشرف، نظیری، سنائی، مشتاق، لطفی، اور شاہ میران جی وغیرہ کے نام اہم ہیں جنھوں نے مقامی وغیر مقامی لفظوں کی آمیزہ زبان میں خالص ہندوی مزاج کی شاعری کی

انکھیاں اپر ہے یا بجرے منے کھنچی رہیا
یا جال میں مچھلی ہے یا بادل میں سیاہ دسے

مشتاق

جلوت منے سجن کے میں موم کی بتی ہوں
یک پاؤں پر کھڑی ہوں چلنے پرت بتی ہوں

لطفی

بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد تمام صوبوں نے اپنی الگ الگ سلطنتیں قائم کیں جنھوں نے اپنے کو مقامی تمدنی دھارے میں سمولیا اور دکنی کلچر کو مہمیز کیا۔ عادل شاہیوں نے مقامی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دیا اور تمام شاہی فرمان "از دربار سرسوتی" کے عنوان سے جاری کرنے کی رسم شروع کی۔ نظام شاہیوں نے بھی اپنے کو دکھنی روایت سے ہم آہنگ کیا اور گول کنڈہ کے قطب شاہیوں نے بھی اسی دکنی کلچر کی نمائندگی کی۔

عادل شاہیوں کے عروج کی داستان زوال بہمن کی بغاوت سے

ہوتی ہے۔ یوسف عادل خاں نے جو بہمنی سلطنت کا صوبیدار تھا بغاوت کی ۱۴۹۰ء میں بیجاپور اور بلگام پر تسلط پانے کے بعد اپنی خودمختاری کا اعلان نامہ جاری کرایا۔

یہ سلطنت جو انتہائی طمطراق سے ۱۴۹۰ میں قائم ہوئی تھی۔ ۱۶۹۹ء میں اورنگ زیب کی اطاعت پر ختم ہوگئی۔ لیکن اپنے دو سو سالہ دورِ حکومت میں ان حکمرانوں نے مساوات و رواداری کا وہ چراغ روشن کیا جس کی روشنی اس دور کی شاعری میں آج بھی تابندہ ہے۔ انھوں نے ملکی، سماجی، تہذیبی اور سیاسی مسئلوں کو بڑی خوش اسلوبی سے طے کرلیا تھا اور ملک میں امن و آشتی کی فضا قائم کرکے ملک کو ایسی سطح پر پہنچا دیا تھا جہاں دوئی کا تصور بھی ممنوع تھا۔ "ہندو مسلمان کی مشترکہ تہذیب سے جو ایک نیا معاشرہ نشوونما پارہا تھا اس کو نمایاں حیثیت اس ملک میں حاصل ہوئی جس کا ایک اہم ثبوت دکنی زبان کا مشکل ہونا ہے۔ اس سلسلے میں ابراہیم عادل شاہ کا کارنامہ قابل تعریف ہے۔ اس نے اپنے دور میں دفتری زبان ہندوی یا دکھنی میں کردی۔ وہ ہندوستانی مذاق و تمدّن کو ہمہ گیر بنانے میں اکبر اعظم سے کم نہ تھا ہندوستان کی زبان و طرزِ معاشرت، فنونِ لطیفہ سے اس کو خاص دلچسپی تھی، چنانچہ موسیقی[۱] کا وہ ایسا ماہر تھا کہ لوگ اس کو جگت گرو کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔"[۲] ان حکمرانوں کی علمی سرپرستی

۱؎ "نورس" فن موسیقی پر اس کی مشہور کتاب ہے۔
۲؎ ڈاکٹر سید اعجاز حسین، اردو شاعری کا سماجی پس منظر ص ۹۸

آج قصہ پارینہ بن چکی ہے اور صرف تاریخ کے صفحات پر لکھی رہ گئی ہے حالاں کہ ان کی اس روایت کو بعد کے حکمرانوں کو باقی رکھنا چاہئے تھا مگر ذہنی و سیاسی اور مذہبی تعصب نے آج کی عصریت میں جو زہر پاشی کی ہے اور معاشرے میں جس طرح رچائی بسائی گئی ہے اس کے کھرچنے یا کھینچنے میں تمام ہاتھ بے بس ہیں یہ امر تعجب ہے کہ کل کی تہذیب جو آج کے مقابلے میں کہیں پس ماندہ تھی۔ انسان، انسان تھا۔ علماء و مشائخ کی پذیرائی، فنون لطیفہ کی سرپرستی اور عام فلاح و بہبود میں یہ حکمراں کہیں افضل تھے۔ وہ دور جس کا ذکر زیر قلم ہے۔ اس دور کے بیش تر حکمراں انہیں اوصاف کے حامل تھے۔ خصوصن علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ تا ۱۰۸۳) کو حفظ ما تقدم حاصل ہے جس نے مقامی زبان "مرہٹی" کو فارسی پر فوقیت دی۔ خود شاعر تھا۔ شاعری کی جملہ اصناف پر طبع آزمائی کی۔ اس کی غزلوں میں مضمون آفرینی اور خیال آرائی کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ اس نے اپنی نظموں میں دیوی دیوتاؤں (شیو، پاربتی، اندر، مہادیو، گنیش، سرسوتی اور لکچھمی وغیرہ) اور ہندو فلسفے کا ذکر بڑی عقیدت سے کیا ہے۔ نصرتی، شوقی، ہاشمی، نوری، شغلی، مقیمی، حسینی، آتشی امین اور معظم وغیرہ نے غزلیہ تہذیب کی وسعت میں حصہ لیا۔ جن کی غزلوں میں مقامیت کے ساتھ مرہٹی، کنڑ، تیلگو، ہندی اور سنسکرت کے لفظوں کا استعمال کثرت سے کیا گیا ہے۔ ادبی نقطۂ نظر سے ان کی غزلیں معیاری

ہیں اور اپنے دور کی نمائندگی کرتی ہیں اسی طرح مقیمی کی چندر بدن و مہیار، امین کی (بہرام اور حسن بانو) نصرتی کی (علی نامہ) اور ھاشمی کی (یوسف و زلیخا) مثنویاں اور مرزا کی مراثی خاموش اسلوب کی یادگار ہیں جن میں شاعرانہ خوش سلیقگی اور ظرافگی شامل ہے۔

پیارے چاند آکھوں کتھ دیں دونی دھی
من چائے سولس کبھی ہم تم رہیں اب سکھی

ابراہیم

تج گال پر رنگ کا نشاں دستا ہے مج اس بات کا
روشن شفق میں جگمگے جیوں چاند پہلی رات کا

شاہی

مغرور بے خبر ہے مدسوں مدن کی بالی
عالم کے جیو لینے لوچن میں سولالی

نصرتی

ہلنا تری نتھ کا مجھے لگتا ہے جھمکے کا جھپک
جھنکار پنجن کا ترے گھنگھرو کا کھل کھل بولنا

ہاشمی

اے دل تو اس دنیا میں آکر کیا سو کیا
کرنا سو توں کیا تیں کئی دن جیا سو کیا

معظم

عادل شاہوں نے نہ صرف شعر و ادب کی توسیع و اشاعت میں حصہ لیا بل کہ انھوں نے ملکی استحکام اور اس کی اقتصادی ضرورتوں پر بھی خصوصی توجہ صرف کی یک جہتی و بھائی چارے کی فضا کو قائم و دائم رکھنے کی عالمانہ کوششیں جاری رکھیں۔ معاشرتی تقریبوں، رقص و موسیقی کی محفلوں کا انعقاد اور مختلف مذہبی تہواروں کی قومی سطح پر منائے جانے کی رسم قدرِ اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

قطب شاہی بادشاہوں نے بھی انھیں قدروں پر اپنی سلطنت کی بنیادیں استوار کیں جنھوں نے خود کو مقامی تمدنی دھارے میں ضم کرلیا تھا۔ علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے ایسے آثار چھوڑے ہیں جو ہمیشہ تابندہ و درخشاں رہیں گے۔ انھوں نے مقامی دکنی کلچر کو نہ صرف اختیار کیا بل کہ اس کو مزید ترقی دی۔ یہ سلطنت جو سلطان قلی کی مساعی جمیلہ کا خوب صورت اظہار ہے۔ اس نے ۹۲۴ھ مطابق ۱۵۱۸ء میں قطب شاہی سلطنت کی بنیاد رکھی جو ۱۰۹۸ھ مطابق ۱۶۸۷ء تک قائم رہی۔ سلطان قلی (۱۵۱۰ء تا ۱۵۴۳) جمشید قلی (۱۵۴۳ تا ۱۵۵۰) سبحان قلی (۱۵۵۰ء   ) اور ابراہیم قلی (۱۵۵۰ تا ۱۵۸۰) کا زمانہ تعمیر و تشکیل کا زمانہ تھا۔ انھوں نے ملک کی سالمیت اور اس کی عوامی ضرورتوں پر ہی زیادہ توجہ صرف کی، شعر و ادب کی جانب وہ خاطر خواہ توجہ نہیں دے سکے جو ان کے جانشینوں

نے دی۔ مگر جمشید قلی اپنی شاعرانہ طبیعت کا اظہار وقتی فوقتی شعر کی صورت میں کرتا رہا ہے۔

اس خاندان کا بانی محمد قلی سلطان محمود شاہ بہمنی کے عہد میں ہمدان سے دکن وارد ہوا تھا۔ ۹۰۱ھ میں سلطان محمود نے انھیں قطب الملک کے خطاب سے سرفراز کیا اور تلنگانہ کا صوبیدار نامزد کیا اور اسی نے بہمنی زوال کے بعد ۹۲۴ھ میں قطب شاہی حکومت کی بنیاد رکھی تھی جس کے سات بادشاہوں نے ۱۸۰ سال تک محمد قلی کے مشن کو قائم رکھا اور اس کو مزید خوب صورت، پر وقار عظمت بخشی مگر ۱۰۹۸ھ میں اورنگ زیب کی ملکی یلغار نے اس مثالی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔" اس خاندان کے نامور بادشاہوں کی سوانح حیات کا مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہوگا کہ بھارت کے مختلف قطعات اور زمانوں میں حکومت کرتے والے بادشاہوں اور راجاؤں کے عظیم الشان کارناموں سے اُن کے کارنامے کم نہیں۔ معاشی و مالی حالات کے لحاظ سے اب بھی یہ ضرب المثل ہے کہ ہُن برستا تھا۔ ادبی نقطۂ نظر سے ایک نئی زبان کی داغ بیل پڑی۔ مذاق شعر میں نہ صرف فارسی کا دخل تھا بلکہ تلنگی و ہندی بھی فیضیاب تھی۔ فن تعمیر میں ایسے شاہکار وجود میں آئے جن کی شہرت مقامی نہ رہی بل کہ ہر قوم کے ناقدین فن سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ امورِ رفاہِ عامہ سعی مرکوز تھی جتنے کنویں، تالاب اور

کارواں سرائے اور مختلف مقامات پر آمد و رفت کے لئے راستے بن سکتے ہیں بنیں۔ اگر مذہبی تنگ نظری کو روا نہ رکھا جائے تو مسجد و مندر کا پہلو بہ پہلو ہونا موجودہ زمانے کے تصور حکمرانی کا پیش رو کہا جا سکتا ہے"[1] "ہندوستان میں بہت سی قومیں آئیں اور گئیں شمالی ہندوستان نے سکندر اعظم سے لے کر ترک، منگول، مغل کو بہ دفعات حملہ آور یا فاتح کی حیثیت سے دیکھا لیکن ہر صورت میں یہی ہوا کہ فاتح نے مفتوح پر اپنا تمدنی تسلط جمایا۔ مفتوح کے لئے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ بیرونی غازے سے اپنا رنگ نکھارتا لیکن "دکن" کے میدانوں نے اپنا کوئی اور طور طریقہ رکھا۔ آنے والوں کو اپنے سینے میں جگہ دی اور ان کو پوری طرح سے اپنا لیا۔ اور اپنے تمدنی خزانے کو باہر کے زر و جواہر سے مالا مال کیا اس اعتبار سے دکن کی تاریخ شمال و مغرب و جنوب کے تمدنی ارتقاع پر مسلمہ طور پر ایک گراں بہا اضافہ ہے"[2]

ابراہیم قلی قطب شاہ جو جمشید قلی کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا، ایک اچھا مدبر، اچھا سپہ سالار اور اچھا حکمراں تھا۔ وہ فنون لطیفہ سے قلبی لگاؤ رکھتا تھا۔ وہ اردو شعر و ادب کا عاشق اور اس کا سرپرست تھا۔ لیکن عربی و فارسی اور ترکی زبانوں کے ساتھ تلنگی اور دکھنی زبانوں کی بھی سرپرستی کی۔ تلنگانہ کے عوام اس کی بے حد عزت کرتے تھے اور

---

[1] جسٹس سید قمر الحسن کی تقریر یوم قلی قطب شاہ سے اقتباس

[2] شری کرشن سنہا آئی اے اس کی تقریر سے اقتباس

اُسے "راموڑڈ" جیسے پیارے نام سے یاد کرتے تھے اس کا مزاج علمی ذکاوت اور فنی لطافت کا امتزاج تھا" اس نے مدرسے قائم کئے تھے جہاں مفت تعلیم کے علاوہ طلبہ کو وظائف اور انعامات بھی دئے جاتے تھے وہ شاعروں اور عالموں کی اتنی قدر کرتا تھا کہ جب کبھی اس کے یہاں بالغوں سے میوہ آتا تھا تو اس کا کچھ حصہ وہ ان کے لئے ضرور روانہ کر دیتا۔ اس نے لنگر خانے کی امداد میں اضافہ کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے علماء و شعراء کو فراغ حالی حاصل ہو گئی تھی"۔[۵] اس کے فن و آرٹ کی سرپرستانہ جذبہ کی قدر و منزلت بھی مورخوں اور شاعروں نے کی ہے۔ البتہ اس کی شاعرانہ حیثیت کے متعلق تحریریں کم یاب ہیں گو کہ وجہی اور نشاطی نے اس کے شاعرانہ کمال کا اعتراف کیا ہے۔ اس دور کے دوسرے اساتذہ سخن میں ملا خیالی، فیروز، اور محمود کا نام بھی شامل ہے جس میں فیروز کی مثنوی "توصیف نامہ" کو تقدم حاصل ہے۔

ابراہیم قلی کی وفات کے بعد گول کنڈہ کی قطب شاہی سلطنت کا پانچواں علم دوست بادشاہ محمد قلی قطب شاہ کا نام "ہیرے" کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ۱۵۸۰ء میں جب کہ اس کی عمر صرف پندرہ سال تھی تخت نشین ہوا۔ یہ ہمایوں اور اکبر کا ہم عصر تھا۔ اس بادشاہ نے ۹۹۸ھ مطابق ۱۵۸۹ء کو اپنی محبوبہ بھاگ متی (حیدر محل) کے نام سے بھاگ نگر شہر کی بنیاد رکھی جو بعد کو حیدر آباد کے نام سے مشہور ہوا۔ مخلوط النسل

---

۵ رفیع الدین ابراہیم شیرازی: تذکرۃ الملوک ص ۱۰۸

محمد قلی کی شخصیت میں باپ کی ترکی خصلت اور ماں بھاگ رتی کی تلنگنی محبت رچ بس گئی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں "دکنی" تھا۔ اس کے کردار و عمل سے اس کی وسیع المشربی اور اپنا پن کی کستوری اصالت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا ذہن تعمیری تھا، تخریبی نہیں، چار مینار، گل زار حوض ___ خداداد محل، چندن محل، گگن محل، قطب مندر، حیدر محل وغیرہ سے اس کے تعمیری ذہن کی خوبصورتی ظاہر ہوتی ہے جو اگر ہند ایرانی تہذیب کا اچھوتا شاہکار ہیں تو اس کی مسجدیں، عاشور خانے کارواں سرائیں، مدرسے شفا خانے، خلق پروری کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں۔

اس نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد قائم رکھنے اردو اور تیلگو کو ترقی دینے میں نمایاں حصہ لیا اور ایک ایسی ملی جلی تہذیب کی بنیاد رکھی جس نے اتحاد و اتفاق، میل ملاپ، بھائی چارگی کو فروغ دیا۔ اپنی رعایا سے محبت کی، اُن کے دکھ درد میں شریک ہوا۔ مثالی سماج بنانے کے لئے آندھرائی لباس پہننا دکنی طرز کی پگڑی باندھی زیورات پہنا اور دکنی رہن سہن اختیار کیا۔ ہندو مسلم تہواروں کو قومی سطح پر منایا جو اس نے سماجی اور تمدنی نقطہ نظر سے رائج کئے تھے "اس نے سال میں ۱۲ ایسی تقریبیں مقرر کر دی تھیں جو پوری سلطنت میں خاص اہتمام اور شوق سے منائی جاتی تھیں۔ ان تہواروں میں محرم، نوروز بسنت، مرگ یا آغاز برسات دیوالی اور عید وغیرہ ایسی ہی عیدیں تھیں[۵]"۔

وہ دکنی کلچر میں اس طرح گھل مل گیا تھا کہ یہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا

---

۵ ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ متاع سخن

کہ اس کے آبا و اجداد بیرونی تھے۔ صورت و سیرت، اخلاق و عادات اور خیال و زبان کے اعتبار سے وہ مکمل اور سچّا دکنی تھا ''اُسے ہندوستانی مزاج سے وہی مناسبت تھی جو امیر خسرو یا اکبر کو تھی'' [۱] اس کی ذات میں'' اکبر، جہانگیر اور شاہ جہاں یک جا نظر آتے ہیں۔ وہ ان سب کا مرقع تھا۔ اکبر کی رواداری اور رعیت نوازی کی وجہ سے اکبر کا نام لیتے ہوئے ہر ہندوستانی کا سر بلند ہو جاتا ہے۔ شاہ جہاں کو فن تعمیر سے جو لگاؤ تھا وہ محمد قلی قطب شاہ میں بھی ملتا ہے۔ عدل و انصاف اور مل جل کر زندگی گزارنے کا شوق جہانگیر کی طرح ان میں بھی ملتا ہے۔ وہ خوبیوں کا مجسمہ اور انسان کی شکل میں ایک فرشتہ تھے۔ محبت کے علمبردار تھے۔ انھوں نے اس سرزمین پر خلوص و محبت کے چراغ جلائے اور دلوں کو روشن کیا اور اگر آج کوئی اس روشنی کو نہیں دیکھ پاتا تو اس کی آنکھوں کو خدا نے بینائی سے محروم کر دیا ہے'' [۲] قلی قطب شاہ نے آندھرا اور تلنگانہ کو جس برادرانہ رشتے میں پرویا تھا اور انھیں ایک دوسرے کے قریب تر کیا تھا وہ اس کی وسیع النظری، کردار کی پختگی، مذہبی رواداری اور بھائی چارگی کا کرشمہ تھا۔ اسے تلنگانہ کے ذرّہ ذرّہ سے پیار تھا۔ وہ گولکنڈہ کا عظیم اور سچا سپوت تھا۔ اپنی اعلیٰ مشربی اور رواداری کے توسط سے قومی یک جہتی کی وہ مشعل روشن کی جو آج

۱؎ گوپی چند نارنگ

۲؎ آندھرا پردیس کے سابق گورنر بھیم سین سچر کی افتتاحی تقریر کا اقتباس

۴۰۰ سال سے پاکیزگی کا نور بکھیر رہی ہے اور رہ نمائی کا فریضہ سر انجام دے رہی ہے لیکن آج اس کی روشنی پر تاریکیوں نے اپنے سیاہ پنجے گاڑ دئے ہیں۔ پیار سے گوندھی ہوئی خلوص کی لڑیاں اور محبت کی زنجیریں ٹوٹتی جارہی ہیں اور لسانی تعصب ریزرویشن کی گندگی اور صوبہ پرستی کی آسیبی دیوار کھڑی کی جارہی ہے۔ لہذا آج ایک بار پھر اس روشنی کو جلا دینے، ٹوٹے دلوں کو جوڑنے، زخم پر پھاہا رکھنے، ایک مشترکہ سماج قائم کرنے انسانیت کو قائم رکھنے اور بدگمانی کی فضا کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ ملک کی ترقی اور قومی یک جہتی کے لئے ضروری ہے کہ ہم قطب شاہیہ دور کی تاریخی اہمیت کو اور اس کے اسباق کو یاد رکھیں اور بھائی چارگی، میل جول اور روا داری کی فضا کو مکدر نہ کریں۔ "خوش حال مملکت کا مفہوم باہمی رواداری، خوش حالی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی ہے"۔[1] چنانچہ ان تاریخی سچائیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ملک کے جمہوری نظام کو تقویت بخشیں اور ملک کی فلاح و ترقی کے لئے ہندو مسلم اتحاد قائم کرنے کے لئے فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لئے صوبہ پرستی اور علیحدگی پسندی اور ذات پات کے رجحانوں کو مٹانے کے لئے، ایک دل ہو کر ایسی مثال قائم کریں کہ زمانہ سر بسجود ہو جائے۔

قلی قطب شاہ صرف ایک بادشاہ ہی نہیں، صاحبِ دل اور خوش فکر شاعر بھی تھا اور اُسے اُردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر

---

[1] بی گوپال ریڈی

ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ اس کا دیوان پہلی مرتبہ نواب میر عثمان علی خاں کے عہد میں شائع ہوا وہ ایک ایسی مایہ ناز شخصیت ہے جو ادب و شعر میں ایک بنیادی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے وہ اردو زبان و ادب کا ایسا محسن ہے جس نے " اس زبان کی ایسے وقت میں دست گیری کی جب وہ اس کی بہت محتاج تھی اور جس نے علم و ادب کے میدان میں ایک چھوٹے بچے کی طرح ابھی چلنا سیکھا تھا۔ محمد قلی نے اردو شاعری پر وہ احسان کیا ہے جو بعد کے کسی بادشاہ یا شاعر یا ادیب سے نہ ہو سکا" [۱] قلی کی شاعری اس کے ماحول کی پروردہ ہے، اس کے اشعار میں نیک حکمراں کا دل، اس کے پیار کی دھڑکن اس کی رواداری، بے تعصبی اور بھائی چارگی کی روح رچی بسی ہوئی ہے۔ اس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ اس کے کلام میں فکر کی گہرائی کے ساتھ ساتھ سوز و نشریت، کیف، رنگینی اور رعنائی اپنی تمام تر خوب صورتی کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اس کے کلام میں اپنے دور کی تہذیب و معاشرت، رہن سہن طور طریقوں، رسم و رواج اور یک جہتی کے نقوش نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں جو اس کی نیک طبیعت کے مظاہر اوصاف ہیں۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ اور دیوان کا ہر صفحہ اسی مطرفانہ دوستی کا روشن آئینہ ہے اس نے ہر صنف میں اپنے جوہر دکھائے ہیں اور ہر موضوع کو قلم کی گرفت میں لے رکھا ہے اور اگر کلام میں فطرت کے خوبصورت جھروکے ہیں تو حسن و

---

[۱] ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ سب رس جنوری ۱۹۶۲ ص ۲۔۳

عشق کی نشاط انگیز اٹھکھیلیاں بھی ہیں اور اگر کہیں شوخ و چنچل دیویوں کی چہل بازیاں دیوانہ بناتی ہیں تو مذہبی رواداریاں کہکشاں کا راستہ دکھاتی ہیں۔

قطب دل کے صحیفے پر اول ترا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں دد اول نقاش

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا
کسے نا جانوں میں معلوم نہیں کوئی تج بغیر منج کوں

منج عشق گری آگ کا یک چٹکی ہے سورج
اس آگ کے شعلے کا دھواں سات گگن ہے

قطب شاہ نہ دے مج دوانے کو پند
دوانے کو کچ پند دیا جائے نا

نظر کی مرحمت سوں دیکھ منجہ مسکیں کوں یک پل
پیا کی کیمیائی دِشت سوں فغفور کر ساقی

لطافت بیش ہے دن دن سو اس سرو سہی قد سوں
پیالہ آس کا میرا سو بھر سمو در کر ساقی

پیا بن میرے تئیں بیراگ بھایا ہے جو ہونی ہو سو ہونے دو
بھبھوت اب جوگیوں کا انگ لایا ہے جو ہونی ہو سو ہونے دو

تمھارے مکھ کے کعبے کو جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اسے جاونی کوں تا بہ حجاز

وجہی، غواصی، رازی، احمد، نشاطی، جنیدی وغیرہ نے اپنی شعری فکر کا ایک لازوال ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ وجہی کے پاکیزہ اسلوب میں، نشاطی کے ہندوی مزاج کی شیرینی میں، غواصی کی مسلسل غزلوں میں، شاہ میراں جی کے تصوف میں اور احمد کی واقعہ نگاری میں دکنی مزاج کی خوش بو، رنگت اور چاہت موجود ہے۔

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگی آمل رے پیا
تج بن منج جینا بہوت ہے مشکل رے پیا

دکن سا نہیں سنسار ٹھار میں
منج فاضلاں کا ہے اس ٹھار میں

نہ پہنچے نہ پہنچا ہے گن گیان میں
سو طوطی منج ایسا ہندوستان میں

زرتار کے ریچ پر گال پر سہانے
تیا چاند کے کنارے خوش رنگ چندنی ہے

وجہی

عالم معطر ہوئے کر کیوں رات دن مہکائے نا
کھولیا یوں ہر پھول نے صد ناقہ تارتار آج

اس سجن کی وصال کی خاطر
آرزو دل میں لاک ہوتا

غواصی

رہے تازہ چمن پیوستہ میرا
شگفتہ ہے سدا گل دستہ میرا
نشاطی

قلی کے بعد اس روایت کو سلطان محمد (۱۰۲۰ھ تا ۱۰۳۵ھ) نے قائم رکھا۔ اس نے قلی کے بے ترتیب کلام کو یکجا کیا۔ اس کے دربار سے وابستہ علماء و فضلاء میں علامہ ابن خاتون، مولانا حسین آملی، شیخ جعفر علی، عشرتی یزدی، علی گل استرآبادی، میر مومن، ادائی یزدی مسیح کاشی اور ملا عبدالحکیم کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخرالذکر نے عالم آرائے عباسی کی طرز پر سلاطین قطبیہ کی ایک تاریخ نہایت فصیح و بلیغ فارسی میں ایک مقدمہ چار باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل لکھی" [۱] شعراء میں غواصی، وجہی اور نشاطی کے علاوہ بعض نوواردوں میں شوقی کو خاص درجہ ملا ہوا تھا۔ ظفر نامہ نظام شاہ اور ضیافت نامہ عادل شاہ اس کی نادر مثنویاں ہیں۔ ابن خاتون کو قطب شاہیہ کا بیدار مغز وزیر اعظم اور " نواب علامہ " کی حیثیت حاصل تھی۔ ملکی معاملات میں اور اصلاحات میں مصروف رہنے کے باوجود" مطالعہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ آخر وقت

---

[۱] ڈاکٹر محی الدین قادری زور ۔ داستان ادب حیدر آباد صہ ۲۴

تک جاری رکھا۔ ان کی درس گاہ میں روزانہ صبح میں رات کے کھانے کے بعد بڑے بڑے علماء و فضلا جمع ہوتے اور منقول میں تفسیر حدیث اور فقہ کا اور معقول میں ریاضی اور منطق کا درس دیا کرتے تھے۔ ہر منگل کو جو قطب شاہی سلطنت میں عام چھٹی کا دن ہوتا ان کے یہاں شعراء جمع ہوتے تھے اور شعرائے متقدمین کے کلام کے مذاکرے کے علاوہ طرحی غزلوں کا مشاعرہ بھی ہوتا۔ دوسری چھٹیوں میں وہ شہر کے اطراف واکناف کے باغوں میں علمی جشن منعقد کرتے جس میں مقامی مشاہیر علم وفضل کے علاوہ دوسری سلطنتوں کے سفیر اور سیاح وغیرہ بھی مدعو کئے جاتے تھے"[۱]

اس زمانہ میں علی حسین آملی نے شرح نہج البلاغہ، ہدایت الابرار کتاب الاسعاف، ملا محمد حسین برہان تبریزی نے برہان قاطع، ملا نظام الدین احمد بن عبداللہ شیرازی نے حدیقۃ السلاطین، سید نظام الدین احمد نے ۱۰۸ رسالوں پر مشتمل شجرۂ دانش، عبدالعلی طالقانی نے انشائے طالقانی، الغنی یزدی نے دواتم گلشن قطب شاہی اور وجہی نے سب رس لکھی۔

سلطان عبداللہ شاعر اور شاعر نواز بھی تھا۔ جنیدی، ملک خوش نود، سید بلاقی، شاہ راجو، اور عابد وغیرہ کے کلام میں اسی دورِ ابتلا کی کسک ملتی ہے۔ عبداللہ قطب شاہ کی نظم عشرت

---

[۱] ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ داستان ادب حیدرآباد، ص۲۸

محل اور غزل کے ان شعروں سے ہندی لفظوں کی سلیقہ مندی

ظاہر ہوتی ہے

یوں دل کشا عشرت محل مطبوع او تارا ہوا

جوتی زمیں کے پیٹ پر جیوں مشتری تارا ہوا

ہر طاق یاں خوش طرح کا دستہ دریچہ فرح کا

عاجز ہو اس کی شرح کا جیواں سینسارا ہوا

انکھیاں سو چندر سور کے دیکھ آسماناں دور کے

عاشق ہیں اس کے نور کے کیا خوب یو ٹھارا ہوا

جیوں پھول تازہ بن منے جیوں پوتلی لوچن منے

تیوں آج اس دکھن منے یو محل اتم سارا ہوا

صدقے نبی کے یا اماں اس محل میانے ہر زماں

جم عبداللہ شہ ترکماں بھوگی گمنھارا ہوا

بغیر ساقی، بغیر پیالا بغیر بیرت، بغیر پیارے

دنیا کچھ نہیں کہ منج قلقل صراحی کا صدا دیتا

سکھی آمل کہ تل تل ذوق کر لیں

دنیا میں کوئی نہیں آیا دوبارہ

اے پری پیکر ترا مکھ آفتاب

دیکھتا ہوں توں دسے نا منج میں تاب

آب ہو دریا سوں مل جا تجہ میں گر ہے اتحاد
فی الحقیقت تو اسی دریا میں کا ہے گا حباب

میران جی حسن خداوند خدا نما[۵] میراں یعقوبؔ، طبعیؔ، امینؔ، خوصؔ سیوکؔ، لطیفؔ، فائزؔ، نوریؔ، شاہیؔ اور افضلؔ وغیرہ اسی زوال آمادہ قطب شاہیہ کی آخری نشانیاں ہیں جس کا آخری سلطان ابوالحسن تانا شاہ ہے جس نے اس مثالی سلطنت کو بچانے کی ہر ممکنہ کوشش کی تھی مگر اس کی تکمیل ہو چکی تھی۔ مٹنا مقدر تھا۔ ہندی ارضیت مغلیہ شوکت کی تاب نہیں لا سکی اور وہ زریں دور ہمیشہ ہمیش کے لئے ختم ہو گیا اس کا خاتمہ نہ صرف دکنی روایت کا خاتمہ تھا بلکہ اس مشترکہ تہذیب کا خاتمہ تھا جو آئندہ نسلوں کے لئے موجب راحت تھی وہی سچی ہندوستانیت تھی جو ایسا ختم ہوئی کہ ہندستان کی مزید

---

[۵] ول اللہ ناؤں، صفت جس کا ٹھاؤں
یاد ہے میرے جی میں ہردم تیرا ناؤں
لا الہ کہنا، الا اللہ میں رہنا
نبی رسولاں سے من لانا اللہ اللہ کہنا
اللہ آپی گنج خفی ظاہر ہونے آیا،
نبی صاحب کے ہتھے میں پس کوں کھلایا
لا الہ کہنا، الا اللہ میں رہنا
نبی رسولاں سے من لانا اللہ اللہ کہنا

تقسیم کا موجب بن گئی ابوالحسن کے اشعار اسی دور پیوست کی یادگار ہیں

اے سرو گلبدن تو ذرا ٹک چمن میں آ
جیوں گل شگفتہ ہو کہ مری انجمن میں آ
کب لگ رہے گا جیوں لب تصویر بے سخن
اے شوخ خود پسند توں ٹک بھی سخن میں آ

ملنا ہمن کا غیر سوں کوئی جھوٹ کوئی سچ کہتے
کس کس کا منہ موندوں سجن کوئی کچ کہتے کوئی کچ کہتے

دکنی سلطنتوں کے زوال کے بعد ہندوستانیت پر بھی زوال آیا۔ علم وفضل کی بنیادیں ہل کر رہ گئیں۔ دکنی مزاج اور دکنی روایت کی پامالی دل شکن ثابت ہوئی۔ امن وامان کی گراں باری عوامی بے چینی کا پیش خیمہ بن گئیں مگر مغلیہ جبروت کا مقابلہ ٹوٹی تلواروں اور شکستہ ارادوں سے ممکن نہیں تھا۔ سیاسی عصبیت کا اندھا رقص برابر جاری رہا۔ علم وادب کا مسکن اجڑ کر رہ گیا۔ کتب خانے اور درس گاہیں یتیم ہوگئیں۔ قیمتی جانوں کے ساتھ اخبار ورسائل کا قیمتی ذخیرہ بھی ضائع ہوگیا اور ایسی تباہی آئی کہ "حیدرآباد اور اہل حیدرآباد پچاس سال تک سنبھل نہ سکے ابوالحسن تانا شاہ کی شکست اور قید کے بعد اس شہر کی وہ مرکزیت ختم ہوگئی جو علم و فضل اور شعر وسخن کا گہوارہ ثابت ہوئی تھی" لہ اس دور انتشار

لہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور۔ داستان ادب حیدرآباد

میں کتنے شعراء نے شہر چھوڑ دیا اور روپوشی کی زندگی اختیار کی اور خواہش یا کوشش نہیں کی اور اس "تباہ شدہ شہر کی اور اپنی بربادی پر آخر وقت آٹھ آٹھ آنسو روتے رہے" اور جو کچھ بھی کہا، مرثیوں کی صورت میں کہا اور اپنے غم زدہ دل کی پکار پر کہا۔ اور اپنی خود داری و انا کا ثبوت بہم پہنچایا اور اس ضمن میں عبدالرزاق لاری کا کردار مثالی ہے جس نے اورنگ زیب کی دعوت پر جواب[۱] دیا تھا کہ

"ایں جنگ بلا تشبیہہ بہ جنگ کربلا می ماند۔ عبد الرزاق لاری امیدوار است کہ تا نفس باقی ست در زمرۂ کسانے کہ اول با حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بیعت نمودہ آخر تیغ بر روئے آں شہید کربلا کشیدند در نیاید بلکہ منجملہ ہفتاد و دو تن سرسرخروئے دنیا و آخرت حاصل نماید"

اور اس کے بیٹے مرزا خلیل خاں نے بھی "باوجودِ تشویق و تحریص اورنگ زیب کی ملازمت قبول نہیں کی اور اسی غیرت و

---

[۱] ڈاکٹر زور نے ابوالحسن کے سلسلے میں دکنی عوام کے جذبات کی ترجمانی میں یہ لکھا ہے کہ "اہل حیدرآباد اپنے محبوب بادشاہ ابوالحسن کے آٹھ ماہ تک محصور رہنے اور جرأت و شجاعت کے ساتھ مقابلہ کرنے اور اس کے ترحیبانہ عادات اور تصوف و عرفان سے لگاؤ کی بنا پر اس کو حضرت امام حسین مظلوم سے تشبیہہ دینے لگے تھے۔" (داستانِ ادب حیدرآباد ص ۴۳)

استغنا کے باعث پوری زندگی پریشان حالی اور غمگینی میں گزار کر حیدرآباد ہی میں وفات پائی"۔ اسی طرح پیرزادہ روحی قادر اور مرزا نے بھی اورنگ زیب کی اطاعت قبول نہیں کی ذیلی اشعار سے ان کی غیرت و خودداری اور استغراق و استغنا کی چمک نمایاں ہوتی ہے

آج غم ناک ہیں چمن کے گل
بل کہ دل چاک ہیں سمن کے گل
غم زدہ سینہ داغ حیراں ہیں
نرگس و لالہ یاسمن کے گل
یوں نہ لالے شفق کے دستے ہیں
لھو میں ڈوبے ہیں سب گگن کے گل

روحی

ملا تھا بلبل سوں میں سحر گہ سنا ہوں احوال گلستاں کا
نہیں ہے کوئی گل بغیر نرگس، و لے ہے گریاں چمن میں غم تھیں

مرزا

•●•

وؔلی جو دکنی روایت کا پاس دار اور ایرانی تفکر کا پارکھ تھا اس کے نام اور تاریخ و جائے پیدائش کے متعلق بڑی گم راہ کن باتیں مشہور رہی ہیں۔ خصوصًا تذکرہ نگاروں[۱] نے ناقص معلومات کی بنا پر جو الٹا سیدھا معلوم ہوا لکھ دیا۔ کسی تلاش و تحقیق کی زحمت نہیں کی لیکن آج کے محققین[۲] کی تلاش و جستجو کے بعد نام ولی محمد یا محمد ولی اللہ اور وطن اورنگ آباد (دکن) سے اتفاق کیا گیا ہے مگر یہ بھی محض قیاس ہے جیسا کہ ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ "خاندانی شجرے میں ولؔی کا نام شاہ ولی اللہ دیا ہوا ہے۔ دوسری مستند دستاویزوں

۱؎ نواب ابراہیم، یوسف مرشد آبادی اور محمد حسین آزاد نے شمس ولی اللہ، فتح علی گردیزی، شفیق اورنگ آبادی اور ابوالحسن امیر الدین احمد امر اللہ گروی نے ولی محمد، میر حسن، میرزا علی لطف اور عبدالغفور نساخ نے ولی اللہ لکھا ہے۔

۲؎ نصیر الدین ہاشمی، ڈاکٹر منور الحسن ہاشمی، ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے ولی محمد اور ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی نے محمد ولی اللہ پر زور دیا ہے۔

میں اس کا نام میاں ولی اللہ بھی درج ہے غرض کہ مذکورہ دستاویزوں اور تائیدی شہادتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ولی کا صحیح نام محمد ولی اللہ تھا"[۵۱] والد کا نام شریف محمد بن شاہ نصراللہ تھا۔ جن کا خاندانی تعلق بہ قول پروفیسر نجیب اشرف ندوی شاہ وجیہہ الدین گجراتی سے تھا حالاں کہ اس سلسلے میں بیش تر محققین نے اُن کے اورنگ آبادی ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ خصوصاً ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اس خیال کی پرزور تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ "بعض لوگوں نے اُن کے آباو اجداد کا تعلق گجرات[۵۲] سے فرض کیا ہے اور مشہور بزرگ شاہ وجیہہ الدین سے ان کا سلسلہ بتایا ہے۔"[۵۳] دراصل اس تسامح کا باعث ان کا گجرات کا سفر ہے جو انھوں نے تعلیمی سلسلے میں کیا تھا چوں کہ "اُن کے دل میں گجرات کی خاص جگہ تھی اور خصوصیت کے ساتھ سورت کے وہ دل دادہ تھے۔"[۵۴] جس کی تصدیق نصیرالدین ہاشمی اور ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ "ولی اورنگ آباد کے رہنے والے تھے۔

---

[۵۱] ڈاکٹر ظہیرالدین مدنی۔ علی گڈھ تاریخ ادب اردو ص ۴۱۹

[۵۲] میر تقی میر، فتح علی گردیزی، لچھمی نرائن شفیق، قدرت اللہ قائم، احسن مارہروی کا بھی یہی بیان ہے

[۵۳] عمید اورنگ آبادی، قائم الدین قائم، میر حسن، نواب ابراہیم خاں، قاضی نورالدین فائق عبدالغفور نساخ وغیرہ کے بیانات سے اس شہر کی تصدیق ہوتی ہے۔

[۵۴] تاریخ ادب اردو ص ۵۱

اور تحصیل علم کی غرض سے گجرات کا سفر کیا تھا اور ایک مدت تک وہاں قیام کیا تھا" ۱؎ انھوں نے "احمد آباد میں شاہ وجیہہ الدین کی خانقاہ کے مدرسے میں تعلیم پائی اور وہیں شاہ نورالدین صدیقی سہروردی کے مرید ہوئے" ۲؎ اسی طرح ان کے سن پیدائش کے سلسلے میں بھی اتفاق واختلاف کی سطریں ایک دوسرے کی زبان کاٹتی نظر آتی ہیں اور محققین کو تلاش و جستجو کی دعوت دیتی ہیں جو محققین کے لئے کسی مٹھائی سے کم نہیں۔ ظہیرالدین مدنی نے اٹکلی انداز لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ " ولی کے والد شریف محمد نے ۱۰۷۲ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں وفات پائی اس لحاظ سے ولی کا زمانۂ ولادت قبل ۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۴۹ء قرار پاتا ہے گویا ولی آخر عہد شاہ جہانی ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۸ء یا ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۸ء یا سلطان محمد عادل شاہ بیجاپوری (۱۰۳۷ء) (۱۰۶۸) کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ اس طرح مولف تذکرہ شعراء دکن وغیرہ نے اس کا جو سنہ ولادت ۳؎ ۱۰۷۹ھ مطابق ۱۶۶۸ء بتایا ھے وہ غلط ثابت

۱؎ دکن میں اردو۔ نصیرالدین ہاشمی ص۲۰

۲؎ کلیات ولی۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ص۱۱

۳؎ صاحب قاموس المشاہیر ۱۶۴۳ء اور مصنف مرآۃ الشعرا ۱۶۶۸ء پر اصرار کیا ہے۔

ہوتا ہے"[1] لیکن آج تک یہ طے نہ ہوسکا کہ وؔلی کب، کہاں اور کس سن میں پیدا ہوئے البتہ وفات کے ضمن میں سبھی متفق ہیں کہ ان کا انتقال احمد آباد میں ۴ شعبان ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء میں ہوا" اور وہیں نیلی گنبد کے قریب موسنی سہاگ اور شاہی باغ کے درمیان مدفون ہوئے"[2]

مطلع دیوانِ عشق سیدارباب دل
والئ ملکِ سخن صاحبِ عرفاں ولی
سالِ وفاتش خرد از سرِ الہام گفت
۱ + بادپناہ ولی ساقیِ کوثر علی [3]

۱۱۱۸ = ۱۱۱۹ھ

---

1. علی گڈھ تاریخ ادب اردو ص۴۲۰
2. کلیات ولی۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ص۱۳
3. علمی نقوش۔ ڈاکٹر مصطفی خاں ص۳۶

ولی نے جس دور میں آنکھیں کھولیں وہ دور قطب شاہی اور عادل شاہی کا زوال آمادہ دور تھا۔ اس کی بنیادیں کمزور پڑچکی تھیں۔ مغلیہ فوجوں کی تباہ کن عیاریاں اپنے پورے عروج پر تھیں۔ خلفشار اور بے چینی کا دور دورہ تھا۔ آنے والے انقلاب کی آوازیں قلعہ دولت آباد پر دستک دے رہی تھی۔ دکنی معیشت تباہ ہورہی تھی۔ علمی شمعیں شمشیر و سناں کی اناگیر کرختگی میں گھلتی جارہی تھیں اور وہ آراستہ محفلیں رنگ و نور سے محروم ہورہی تھیں۔ نغمہ و شعر کی سانسیں تتر بتر ہورہی تھیں۔ گلستان شاہی میں خزاں نے ڈیرے ڈال دئے تھے۔ اداسی بال کھولنے لگی تھی دکنی سبزیت پر مغل گردی کا سایہ پڑنے لگا تھا۔ ایک ایسی صورت حال تھی جو نجات یافتہ نہ تھی۔ ابوالحسن کی تمام کوششوں کے ہاتھ کٹ چکے تھے کشتیٔ امید کا ایک ایک انگ زخمی تھا۔

بزرگوں کی وراثت مغلیہ دست و برد سے محفوظ نہ رہ سکی تھی۔ ابوالحسن خانۂ قید ہو کر رہ گیا تھا جہاں اس نے آزادی کے دریچے وا کیے تھے۔ وہی دریچہ موت کا دہانہ بن گیا تھا۔ روزن و در پر ہوائیں پابہ جولاں کھڑی تھیں۔ فضا تیر و تفنگ سے خوں ریز تھی فوجیں مال و متاع لوٹنے میں مصروف تھیں۔ نہ جان کی خیر تھی نہ شہ پاروں کی، کون لیتا خبر ایک دوجے کی۔ شاعر ہو یا عالم، مزدور ہو یا سپاہی ہر ایک جائے پناہ ڈھونڈتا تھا۔ "بحری و نوری جیسے اور نہ معلوم کتنے شاعر حیدرآباد سے باہر نکل گئے اور کس مپرسی کے عالم میں روپوش ہوگئے" [1] اور جب خدا امان ہوا تو سب لٹ چکا تھا وہ تو اس بندۂ خدا محمد خلیل اللہ شطاری الیمنی کا احسان ہے جو لاہور سے آیا اور بعض نوادر محفوظ کر دئے اور پندرہ سال کی تلاش و محنت کے بعد ایک ضخیم کتاب ادبی انسائیکلوپیڈیا کے طور پر مرتب کر دی (۱۱۵۴ھ) اور جس کا نام "بحر محیط" رکھا۔ اس میں فارسی، عربی اور دکنی اردو کی ہزاروں مثنویاں، قصیدے رباعیاں، قطعے، اور مرثیے جمع کئے ہیں اور ہر صنف کلام کے نمونے لکھنے کے بعد چند صفحے خالی چھوڑ دیے تاکہ آئندہ اضافہ کیا جا سکے... جس کا حجم ڈھائی ہزار صفحات سے زیادہ ہے اور ہر صفحے

---

[1] ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ داستان ادب حیدرآباد ص ۴۳

پر یا ریک خط میں بیسیوں سطریں لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ بین السطور اور حاشیوں پر لکھا ہے۔ بہ ہر حال اس مولف نے اس عہد انتشار کے متعدّد شاعروں اور ادیبوں کا کلام و نثر محفوظ کر دیا ہے۔[۱]

اس دور انتشار کے شاعروں میں ملا بسطامی، ملا مجلسی آقا مہدی، بیآن، مرزا، طبعی، امین، خواص، سیوک، افضل، فائز لطیف، غلام علی، شاہ قلی خاں، شاہی، نوری، قادر، ذوقی، بحری اور مرزا خلیل وغیرہ کی شاعرانہ حیثیت مسلم ہے۔ انھوں نے دکنی روایت کی پاسداری یں نہ مغلوں کی اطاعت قبول کی اور نہ اس کا یا اس کے دور کا قصیدہ لکھا، جو لکھا تو مرثیہ لکھا اور جو نووارد تھے یا پرانے تھے احتیاط برتی۔ مگر دھیرے دھیرے حالات سے مصالحت کی صبحی، داؤد، عنایت، عشرتی، بے چارہ، فراقی، شطاری، آزاد، ہنر اور طالب وغیرہ نے غزلیں لکھیں۔ ولی نے آزاد، عشرتی اور فراقی وغیرہ کی طبع زاد زمینوں پر غزلیں کہی ہیں اور اُن کے کمال فن کا اعتراف کیا ہے[۲] گو کہ ولی نے شعر و سخن کی وہ آباد محفلیں نہیں دیکھی تھیں لیکن ان کی نشانیوں کو اورنگ آباد کے گلی کوچوں میں منتشر ہوتے ضرور دیکھا تھا" دکنی شعر و ادب کے سرپرست امیروں، اور بادشاہوں کے دربار اجڑ چکے تھے ایسے دور میں ولی کی شاعری میں

۱؎ ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ داستانِ ادب حیدرآباد ص۵۳

۲؎ آزاد سے سنا ہوں یہ مصرعہ مناسب جس (پر) سے کہ یار تا ایسا ہنر نہ آیا

قلندرانہ خصوصیات کا پیدا ہونا فطری تھا۔ ولی طبیعتاً بھی ایک قلندر تھا، دکن کی سیاسی افراتفری اور انتشار نے اس کو بھی آوارہ رکھا۔ وہ کبھی احمد آباد پہنچا، کبھی برہان پور اور کبھی شاہ جہان آباد دہلی کی گلیوں، خانقاہوں اور بازاروں میں نظر آنے لگا"[۱] ولی نے دلی کا پہلا سفر اپنے خوب صورت دوست ابوالمعالی[۲] جس کے حسن وقامت کی جگہ جگہ تعریف کی ہے[۳] کے ساتھ ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۰ء میں کیا تھا۔

۱؎ ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ ادبی تحریریں مرتبہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ص ۶۴-۶۳

۲؎ ابوالمعالی سے ان کی ملاقات احمد آباد کے زمانۂ قیام میں ہوئی تھی جب وہ وہاں بہ غرض تعلیم گئے ہوئے تھے جیسا کہ نورالحسن ہاشمی نے لکھا ہے کہ "انھوں نے احمد آباد میں شاہ وجیہہ الدینؒ کی خانقاہ کے مدرسے میں تعلیم پائی اور وہیں حضرت شاہ نورالدین صدیقی سہروردیؒ کے مرید ہوئے" (کلیات ولی ص۱۱)

۳؎
جگ کے ادا شناساں ہے جن کی فکر عالی
تجھ قد کوں دیکھ بولے یو ناز ہے سراپا

ترا قد دیکھ اے سید معالی
سخن فہماں کی ہوئی ہے فکر عالی

ترے قد کی نزاکت سوں دسے مجھ سرو جوں لکڑی
ترے گل برگ لب آگے مخمل ہے پھول کی پنکھڑی

گرچہ سب خوب رو ہیں خوب دلے
قتل کرتی ہے میرزا کی ادا

ہوا مجھ دل کی جنت میں سو ہر یک آہ جیوں طوبیٰ
لٹک چلنا جو دیکھا، بس کہ ہیں سید معالی کا

مکتب میں جس کے ہاتھ ادا کی کتاب ہے
خوبی میں آج ہم سبق آفتاب ہے

اور وہیں حضرت شاہ سعداللہ گلشن دہلوی سے روحانی فیض حاصل کیا تھا اور انہیں کے مشورے پر ریختہ کہنا شروع کیا۔ وہ صوف و سلوک کی باریکیوں سے واقف تھے اور شراب علم کی پیاس نے سفری شوق بیدار کیا تھا۔ خصوصن احمدآباد دہلی اور سورت کا سفر ان کی قلندرانہ طبیعت کو ظاہر کرتا ہے۔ حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کا بھی شرف حاصل کیا تھا۔ [1] ان کی سفری عادتیں منور ادراک کی حامل ہیں۔ دہلی کا پہلا سفر اسی سلسلے کی کڑی ہے جہاں ان کی خاطر خواہ پذیرائی کی گئی اور ان کے کلام کو آنکھوں سے چوما اور ہونٹوں سے لگایا گیا۔ لیکن زیادہ عرصہ قیام نہ کیا تھا کہ دوسرے سفر کی خاطر لوٹ آئے اور جب دوبارہ دیوان کے ساتھ گئے تو خود کو وہاں موجود پایا۔ کلام کی یہ دل پذیری اور دل دادگی ان پر فریفتہ تھی اور سچ بھی ہے کہ یہ فریفتگی یوں ہی نہ تھی حق بہ جانب تھی

ولی کا یہ سفر دہلی نہ صرف جسمانی بل کہ ذہنی و فکری رویہ کا بھی سفر تھا جس سے نئے انقلابی رویہ کی تبدیلی کا احساس ہوتا ہے اور ان کی شاعری میں نئے موڑ کی

---

[1] اکثر محققین جدید نے باوثوق ذرائع سے تصدیق کی ہے اور حوالہ دیا ہے مگر سفر کی مصدقہ تاریخ سے لاعلمی ظاہر کی ہے۔

تجدید ہوتی ہے اور یہ واقعہ بھی ہے کہ قلی و غواصی کے بعد اس نقش تسلسل کو ولی نے ہی تابندگی بخشی اور ملک کے گوشے گوشے میں غزلی شرقیت کا سکہ جمادیا۔ ان کا دلی جانا شمالی ہند والوں کے لئے ایک خوش گوار واقعہ ثابت ہوا انھوں نے ولی کی پیروی میں غزلیں کہیں اور بارھویں صدی ہجری کے نصف آخر تک میں ولی کی آواز بہ صورت ریختہ فارسی مزاج و آہنگ کی حامل غزلوں پر حاوی ہوگئی۔ شاہ حاتم نے "دیوان زادہ" کے مقدمہ میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ "فارسی میں میرزا صاحب کی پیروی کرتا ہوں اور ریختہ میں ولی کو استاد مانتا ہوں"[۱] ولی کے قیام دہلی اور ان کے دیوان کی پذیرائی کے سلسلے میں محمد حسین آزاد نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "جب ان کا دیوان دلی پہنچا تو اشتیاق ادب کے

---

[۱] حاتم یہ فن شعر میں کچھ تو بھی کم نہیں
لیکن ولی، ولی ہے جہاں میں سخن کے بیچ
شاہ حاتم

آبرو شعر ہے ترا اعجاز
پر ولی کا سخن قیامت ہے
آبرو

خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے
معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا
میر

ہاتھوں پر لیا قدردانی نے غور کی آنکھوں سے دیکھا، لذت سے زبان نے پڑھا گیت موقوف ہو گئے قوال معرفت کی غزلوں میں انھیں کی غزلیں گانے لگے ارباب نشاط یاروں کو سنانے لگے جو طبیعت موزوں رکھتے تھے انھیں دیوان بنانے کا شوق ہوا اس طرح اردو شاعری اور بالخصوص غزل کی ترقی کے امکانات بہت روشن ہو گئے تھے لیکن حادثہ یہ پیش آیا کہ شمالی ہند کے شعراء جن کا دور فوراً وؔلی کے بعد شروع ہوتا ہے ایہام گوئی کے خارزار میں الجھ کر رہ گئے شاہ مبارکؔ آبرو اس فن کے استاد ہیں لیکن مضمونؔ، شاکرؔ ناجی یک رنگ سبھی اسی میں گرفتار ہیں۔ بل کہ معلوم ہوتا ہے کہ مؔیر و مؔیرزا کے دور تک لوگ اسی خبط میں مبتلا رہے۔ مرزا مظہر جان جاناں اور خان آرزو کا یہ بڑا احسان ہے کہ انھوں نے راستے کے یہ جھاڑ جھنکار ہٹا کر مؔیر و سؔودا کے لئے راہ ہموار کر دی ورنہ ان ایہام گویوں نے اپنے ساتھ شاعری کا بھی بیڑا غرق کر دیا ہوتا اور وؔلی کے نئے تجربے سے جو امکانات پیدا ہوئے تھے وہ بالکل مٹ جاتے"

یہ سچ ہے کہ وؔلی کے پہلے اردو غزل میں وہ خوش بو اور نزاکت نظر نہیں آتی جو بعد کے شعراء میں نظر آنے لگی تھی۔ وؔلی کے زمانہ میں اسی پیوستہ دور کی خصوصیات باقی تھیں۔ وؔلی نے جزوی طور پر اس میں نیا نکھار، نئی خوش بو اور نئی ندرت پیدا کی۔ انھوں نے اپنی غزلوں میں فارسی تفکر اور

دکنی مزاج سے نئی مٹھاس پیدا کی اور غزل میں نئی آتما کی جوت پیدا کی اور اُسے نئے قالب میں ڈھالنے کی چیشٹا کی۔ انھوں نے اردو غزل کو نیا آہنگ دیا، نئی لے عطا کی، نئے لہجہ نئی آواز نے اردو غزل کو زندگی بخشی اور اس میں نیا خون دوڑایا"[1] خارجی تکلفات کی جگہ داخلی انعکاس پر زور دیا اور اگر کہیں خارجیت کو موضوع سخن بنایا ہے تو وہاں بھی داخلیت کو مرتکز کیا ہے۔ جس سے گداختگی اور اصلیت کی چاہ نکھر اٹھی ہے اور ایک خاص طرز کی غزلی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ ان کی یہی رمز شناسی تصوف کے دائرہ میں بھی دل کش معلوم دیتی ہے۔

---

[1] ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ غزل اور مطالعۂ غزل

تصوف خدا کی بنیادی حقیقت "یکتائی" اور بندے کی جزویت کے فرق کو واضح کرتی ہے۔ بہ قول منصور کہ "خدا اپنے انفراد کی حالت میں محبت کی روشنی سے منور تھا اس روشنی سے اس کی صفات کا ایک سیلاب بہہ نکلا اور کائنات کا تنوع عالم وجود میں آگیا" اس کے اس نظریے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خدا جو ایک "کل" تھا وہ مختلف اجزاء میں تقسیم ہوکر کائنات کی تخلیق کا موجب ہوا۔ یعنی کائنات کی ہر شے خدا کے "کل" سے جدا ہوئی شئے ہے۔ جو اپنے "کل" یعنی خدا سے ملنے کے لئے مضطرب رہتی ہے۔ سورج کا نکلنا، پھولوں کا مہکنا، پانی کا بہنا بیج کا اگنا، مٹی کا پھیلنا، دھوپ کا چمکنا، بادلوں کا ہمکنا، ہوا اور ستاروں کا چلنا وغیرہ اسی تحرک پسندی کی منسوبہ علامت ہیں۔ پانی، مٹی، ہوا اور آگ (تپش) کا اتصال اسی فراق

واضطراب کو ظاہر کرتا ہے۔ جس میں انسانی تخلیق کا راز مضمر ہے۔ یہ چار عناصر[1] جو کُل سے جدا ہوئی اشیاء تھیں کی تحرک پسندی، جب مزید نمایاں ہوئی تو ان کی مجموعی قوت نے یک جست کی صلاحیت کو مزید تقویت دی اور اس کی خفتہ صلاحیتوں کو چمکانے یا دمکانے کی عمدہ کوشش کی۔

تصوف کے مروج ہونے اور اس کی نوعی صلاحیت کے اخذ ہونے میں سیاست و سماج، اقتصاد و معاشیات اور اخلاق و مذہبیات کا مطالعہ ضروری ہے۔ کیوں کہ تصوف کی بنیادی سچائیوں کا تعلق زمانوی حقائق سے ہے۔ جو پراگندہ صفت اور متصادم حالات سے عبارت ہے۔ جب تمام ذہنی و فکری صلاحیتیں مفلوج ہوجاتی ہیں، اعتماد و یقین کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور قوم میں طاقت و توانائی مفقود ہوجاتی ہے تو سلوک و معرفت کی شمعیں روشن کی جاتی ہیں۔ ناکامی و نامرادی اور محرومی کا احساس مٹانے، شکست خوردہ احساس کو بھلانے کی اور وقت کے ساتھ خود کو ڈھالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تصوف کی احتجاجی صفت یا اس کی تاریخی حیثیت تغیر و تبدل

---

[1] زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے؟ انھیں اجزا کا پریشاں ہونا
چکبست

کے دائرے میں ارتقاء پذیر ہوئی ہے۔ وہ دائرہ "تاریخ" میں "طوائف الملوکی" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ وہی زمانہ تصوف کے فروغ کا زمانہ ہوتا ہے۔ جس کا سراغ آریائی یلغار میں، منگول وتاتاری اور نادرشاہ کے حملوں میں، مغلوں اور دکنی سلطانوں کی فتح و شکست میں تلاشا جاسکتا ہے اور مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے بھی مختلف فکری دبستانوں کے قرب وبعد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور کسی نہ کسی رائے پر اتفاق کیا جاسکتا ہے۔ گوکہ "ان تمام مکاتب فکر میں مکانی بُعد کے باوجود انفرادیت اور تحرک کا وہ میلان ملتا ہے جو خالص ارضی معاشرے (یعنی ماں کی دنیا) سے منحرف ہونے کا میلان ہے۔ بالخصوص ایران۔ ہندوستان اور یونان پر آریاؤں کی یلغار بہت شدید تھی اور انھیں ممالک میں ایک بے پناہ روحانی ابال کے شواہد بھی ملتے ہیں بعدازاں تیسری صدی عیسوی میں اسکندریا کے پلاٹینس نے نوفلاطونیت کا پرچار کیا اور آٹھویں نویں صدی عیسوی میں شنکر آچاریہ نے ہندوستان میں وحدت الوجود کے احیا کی کوشش کی اور ایران میں تصوف نے قدیم آریائی تحرک کو تقویت بخشی تو دراصل یہ سب کچھ روح اور جسم، آریا اور غیر آریا کے اس تصادم کا ہی نتیجہ تھا جس کی لہر کئی سو برس پہلے پیدا ہوئی تھی" [1]

---

[1] ڈاکٹر وزیر آغا۔ اردو شاعری کا مزاج صہ ۲۵۴

اس سے واضح ہوتا ہے کہ "تصوف بنیادی طور پر کل اور جز کی ثنویت کا عکاس ہے" جس نے ابن عربی کو بھی متاثر کیا اور اس نے "عشق" کی فضیلت اور اس کی بلند پذیری کے لئے فنا فی اللہ ہو جانے کا تصور دیا جس کے فکر و فلسفے نے ادب و مذہب پر جو اثرات مرتب کئے وہ بعض صورتوں میں شریعت کی نفی کرتے ہیں اس کا وجودی فلسفہ "وجود المخلوقات عین وجود الخالق" بعض صوفیوں کے نزدیک خالص اسلامی نہیں بل کہ اس میں ہندوی اور یونانی فکر کی آنچ زیادہ منزہ و گہری ہو گئی ہے جس سے توحید و رسالت کی نہ صرف نفی ہوتی ہے بل کہ اسلامی فکر اور قرآن حکیم کی آیات کی روح مسخ ہوتی ہے لیکن اس کے اس انتہا پسندانہ رویہ سے قطع نظر "عشق" سے متعلقہ اس کا نظری اصول وقیع حیثیت رکھتا ہے جس کے تحت جزو کی حیثیت "کل" میں ضم ہو جانے سے منور ہوتی ہے۔ یعنی فنا فی اللہ ہو جانا عین عشق ہے۔ اور یہی عاشقی کی معراج ہے۔ [۱]

صنعت کے مصور نے صباحت کے صفحہ پر
تصویر بنایا ہے تری نور کوں حل کر
گر شوق ہے تجھ وصل کا الا کوں لا میں دیکھ
ہے عین الّا وو ولی جس نے خودی کوں لا کیا

---

[۱] آب ہو دریا سوں مل جا تجہ میں گر ہے اتحاد — فی الحقیقت توں اسی دریا میں کا ہے گا حباب
عبداللہ قطب شاہ
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم ذات یزدانی کرے
ہر ذرۂ عالم میں خورشید حقیقی کے
یوں بوجھ کہ بلبل ہوں ہر اک غنچہ دہاں کا

ولی کے کلام میں تصوف کی جو رمق ملتی ہے اس میں غزالی اور رومی کے اصولِ شہودیہ کی بھی عصریت موجود ہے اور نو فلاطونیت کی وجودی فکر بھی جذب ہوگئی ہے جو دراصل ارضیت کی اس گرہ کو کھولتی ہے جو بت پرستی کے اس معینہ اقدار سے متعلق ھے۔ انھوں نے کائناتی مسئلے کو بہت واضح طور پر پیش کر دیا ہے اور کہیں بھی حکیمانہ یا عارفانہ اصول کی مشکلات سدِ راہ نہیں بنتی اور نہ انھوں نے کائنات کے چہرے پر پڑی نقاب کو کسی خاص اصولی ضابطے کے تحت ہٹانے کا

بقیہ حواشی صفحہ

ہوں راہ نوردِ حرم شاہدِ یکتا
آواز انا الحق ہے مری بانگِ درا میں
فیاض دکنی

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا
شوق ہے ساماں طرازِ نازشِ اربابِ عجز
ذرہ صحرا دست گاہ و قطرہ دریا آشنا
غالب

ہنر سیکھا تھا۔ ان کا اندازِ بیان بہت سیدھا سادھا ہے۔ اُن کے کلام کی تہذیب ارض و سما کے خصوص کی پروردہ ہے۔ وہ محسوسات مادّی کو خیال کی اثریت یا ظہوریت کا تابع قرار دیتے ہیں اور ہر حال میں خیال کو اولیت دیتے ہیں۔ یہی چیز اُن کے سَبق و اول کو متحرک رکھتی ہے۔ جو ایک طرح سے شہودی نقطۂ نظر کی بنیادی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔ تعقل پسندی، قناعت اور صبر و ایقان اسی کے اجزاء ہیں جو روحی ہے، مادی نہیں۔ چوں کہ انسانی حیات کے عقدۂ مشکل کو روحی یا مادّی طرز پر حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے یوں ان کے نزدیک کائنات کا درک یا احساس عقل ربانی کی مدد سے ہی ممکن ہے۔ انسانی عقل اس سے پست ہے وہ اس کی تہہ تک پہنچنے میں بے قابو یا بے وقیع ہے "روح" قدیم فلسفہ میں زیادہ اہم رہی ہے اس لئے وہ مادے کی تحرک پسندی کو "روح کی قوت" قرار دیتے ہیں اور وہی اشیائی حرکت کا موجب ہے۔ مادہ جامد شئے ہے اس کو حرکت میں لانے والی قوت صرف "روح" ہے اور قوت خدا ہے۔ یعنی "مادہ نہ فعال ہے اور نہ لافانی۔ روح کا سفر غیر مختتم ہے روح سے مادّے کا وصال فنا کے ذریعہ ہی ممکن ہے اس لئے وجود کا فنا ہوجانا ہی اس کی عشرت اور سعادت کا وسیلہ ہے اور فنا ہی عالم کی شیرازہ بندی کی ضمانت کرتی ہے" جس کو ابن عربی نے اسلامی رنگ دینے

کی کوشش کی اور ریاضت کے مقابلے میں طریقت کو زیادہ قوی مانا ہے اور یہ جواز پیش کیا ہے کہ جب کائنات کی ہر شئے ایک ہی ذات کا مظہر ہے تو عرفانِ حق کی مختلف منازل کا استغراق کیوں کیا جائے۔ فنا فی اللہ ہوجانا ہی اصل حیات ہے۔ برخلاف اس کے "حقیقت" کائنات کے رنگا رنگ مظاہر سے بے نقاب ہوتی ہے۔ خدا نور ہے لیکن جس میں نور ہے وہ خدا نہیں۔ نور سے مراد صرف مطلقیت نہیں بل کہ ہر جگہ کی موجودگی سے ہے۔ جیسے ہر آنکھ دیکھنے سے قاصر ہے صرف وہی نگاہ اس کی متحمل ہوسکتی ہے جس کی نگاہ ذوقِ دید سے بینا ہوگئی ہوئے۔ اس نقطہ نظر سے وحدت الشہودیوں نے خدا کا احساس تو کیا ہے اور اُسے ہی برتر مانا ہے لیکن کسی "جزو" کو خدا تصور نہیں کیا اور نہ اُسے خدا کا حصّہ یا خدا کا شریک کار تسلیم کیا ہے۔

عیاں ہے ہر طرف عالم میں حسن بے حجاب اس کا
بغیر از دیدۂ حیراں نہیں جگ میں نقاب اس کا

ولی اس کی حقیقت کیوں کے بوجھوں
کہ جس کا بوجھنا حدّ بشر نہیں

وحدت کے گلستاں کا چمن حُسن ہے تیرا
پھولا ہے چمن بیچ بہارِ گُل و نرگس

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لہ حاشیہ بقیہ صفحہ ۶۲

کس ٹھار میں دستا نہیں سب ٹھار ہے بھرپور
دیکھن کو سکت کاں ا ہے ہر یک نین میں

قلی قطب شاہ

اے روپ ترا رتی رتی میں
پربت پربت پتی پتی میں

تجری

وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آ سکے
آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

دردؔ

ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے
پر تجھ سے تو کوئی شے نہیں ہے

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اٹھائیے
طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے

غالبؔ

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

اقبالؔ

دکنی زبان کی ترویج و ترقی کا زمانہ ۱۳۵۳ء سے ۱۷۰۷ء تک محیط ہے۔ اس زمانے کی شاعری میں گیت پن کی چھاپ اتنی زیادہ گہری ہے کہ اُسے صرف لفظوں تک محدود نہیں کیا جا سکتا وہ موضوع سے بھی ہم رشتہ ہے۔ اس میں معشوق کی عشوہ طرازی اور عاشق کی بے تکلفی ہم آہنگ ہوگئی ہے۔ جس سے ہندوی مزاج کی روایت اور اس کی اثریت کا اندازہ ہوتا ہے۔ عشق کا اظہار ہندی روایتا کے مطابق عورت کی زبان میں کیا گیا ہے۔ جس میں ارضی خصوصیات کی وہ تمام لبسنتی اور چمپیٹی خصوصیات جمع ہوگئی ہیں جس سے ہندوستانی عورت کی مکمل تصویر نمایاں ہوجاتی ہے۔ لیکن یہ عورت "محض گوشت پوست کا ایک جسم نہیں اور نہ اس کی حیثیت محض جنگل کے ایک خودرو پودے کی سی ہے یہ عورت تو محبت کے جذبے سے سرشار ہے اور فراق کی آگ میں جلتی اور سلگتی ہوئی

نظر آتی ہے۔"

پیا باج پیالہ پیا جائے نا
پیا باج یک تل جیا جائے نا

قلی قطب شاہ

تن موم بتی ہوں جلتی ہوں
سب آس برہ میں گلتی ہوں

علی عادل شاہ ثانی

سجن آویں تو پردے سے نکل کر بھار بیٹھوں گی
بہانہ کر کے موتیوں کا پروتی ہار بیٹھوں گی

سید میراں جی

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگی آ مل رے پیا
تج بن منج جینا بہت ہوتا ہے مشکل رے پیا
کھانا برہ کھاتی ہوں میں، پانی انجھوں پیتی ہوں میں
تج سے بچھڑ جیتی ہوں میں، کیا سخت ہے دل رے پیا

وجہی

دکنی مزاج کی وشالتا یا خوش بو دکی تک دیدہ رہی ہے۔
لیکن رفتہ رفتہ فارسی روایت کی رنگینی یا فکر رینگنے لگی
تھی جو دھلوی فضا یا ایرانی اثرات کا نتیجہ تھی۔ ولی کے کلام
میں جو نمایاں تبدیلی نظر آتی ہے وہ سفر دہلی اور صحبت گلشن

کا فیض ہے۔ ولی نے شاہ گلشن کی ہی ایما پر اپنے شعری رویہ کو محاربانہ رخ دیا تھا۔ جس نے گیت پن کی مٹھاس کو کم کیا اور اُسے انتاسی بنا دیا۔ جس سے غزل کو فائدہ تو پہنچا مگر گیت کی سفری عادتیں مفلوج ہو کر رہ گئیں وہ غزل کی رقابت کا بوجھ نہیں سہہ سکی اور اس کی رہی سہی خصوصیات مضمون و آبرو اور مظہر جان جاناں کی لیپا پوتی سے برابر ہوگئی۔ انھوں نے غزل کو پاک و صاف کرنے کی جس مہم کا آغاز کیا تھا اسے ناسخ نے مکمل کر دیا" اس طرح دکنی ارضیت پس منظر میں ڈوب کر رہ گئی۔ "غزل" کی یہ نئی روپ ریکھا۔ پہلے سے زیادہ خوب صورت، انوکھی اور دل چسپ تھی۔ گو کہ اس میں دکنی روایت کی وہ باس نہیں تھی لیکن اس کی مہک اب بھی موجود تھی۔

ابرو کماں کھینچ کر پلکاں کے تیر اس کوں لگا
جاتا ہے کس کے قتل کوں وہ شوخ خونیں شان کا

دل پیچ و تاب میں ہے ولی کا مثال موج
تجھ زلفِ تاب دار کا پرپیچ حال دیکھ

تیری نگاہ خاطرِ نازک پہ بار ہے
اے بوالہوس نہ پی کی طرف بار بار دیکھ

آج تیری بھنواں نے مسجد میں
ہوش کھویا ہے ہر نمازی کا

تجھ چال کی قیمت سوں دل نئیں ہے مرا واقف
اے مان بھری چینچل ٹک بھاؤ بتاتی جا
گردِ غم، آبِ نین درد کے معمار نے
خانۂ عشق جگر سوز کوں تعمیر کیا
تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں سوں کہوں گا
جادو ہیں ترے نین غزالاں سوں کہوں گا
تعریف ترے قد کی الف وار سری جن
جا سرو گلستاں کوں خوش الحاں سوں کہوں گا
طاقت نہیں کسی کوں کہ یک حرف سن سکے
احوال گر کہوں میں دل بے قرار کا

ولی کی یہ ارضیت افضل، فائز، انشاء وغیرہ کے علاوہ متاخرین کے کلام میں بھی موجود ہے اور آج کے جدید شعری رویہ میں بھی اسی رویہ کی بازیافت شروع ہوئی ہے مگر ولی کے ذکر میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ انھوں نے اپنی غزلیہ شاعری کو خالص ایرانی فکر کا داس نہیں بنایا بل کہ اُسے دکنی مزاج سے ہم رشتہ رکھا ہے۔ اسی لئے اُن کا تشبیہی انداز انوکھا، دل چسپ اور خوب صورت ہے۔ ان کے کلام کی پہلی خصوصیت سراپا گوئی ہے جو آریائی مزاج کی پروردہ "بت پرستانہ" جذبہ کی تلقین کرتی ہے۔ ان کی غزلیں صوف و

واقعیت اور بت پرستانہ جذبہ سے ہم رشتہ متوازن لہجہ کی غمازی کرتی ہیں۔ انھوں نے غزلیہ رنگ یا تغزل کی اس معنوی اصالت کو مجروح یا شکستہ نہیں کیا اور یہی کوشش کی کہ جو بھی کہا جائے اس میں بسنتی رنگ کی چمک اور زلفِ ختن کی خوش بو شامل ہو۔ اس میں اکھراپن یا گھبرائی گھبرائی سی کیفیت یا تلاشتی آنکھوں کی بے یقینی نہیں۔ اس میں راہ پالینے کی یا کیفیت تمام ہونے کی چمک ملتی ہے۔ حالاں کہ ان کا محبوب ایرانی ماحول کا پرورش پایا ہوا محبوب ہے لیکن وہ کسی خاص نام سے منسوب نہیں اس لئے عشق بھی گراں مایہ ہے اور بت پرستانہ جذبہ کی لپٹ بھی موجود ہے جو ہندی کی بھگتی تحریک کے زیراثر کہی جانے والی کویتاؤں کے مشابہ ہے۔ انھوں نے اس رویہ کو اپنے مثالی محبوب تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ مگر "بت پرستی" کے مرحلے تک خود کو محدود نہیں رکھا بل کہ اس کے آگے کی منزل پر بھی نگاہ مرکوز رکھی ہے اور یہی خصوصیت اُن کے عشق کو ہوس آلود ہونے سے بچاتی ہے۔

عارفاں پر ہمیشہ روشن ہے
کہ فنِ عاشقی عجب فن ہے

گر طلب ہے تجھ کوں رازِ خانۂ دل ہو عیاں
آہ کی آتش سوں روشن کر چراغِ عاشقی
حاجت نہیں چراغ کی تجھ گھر میں اے ولی
روشن ہے بزمِ عشق تری شمع آہ سوں
در وادیِ حقیقت جن نے قدم رکھا ہے
اول قدم ہے اس کا عشق مجاز کرنا

غزل کی ابتدائی تاریخ جو نصرتی، شاہی، ہاشمی، قلی، حسینی، وجہی، غواصی، لطفی، بحری اور نوری وغیرہ کے شعری افکار و تفکر سے مرتب ہوئی تھی اس غزلیہ تہذیب میں مقامی وغیر مقامی لفظوں کی جو دھنک آمیزی اور ارضوی مزاج کی چمک دمک دکھائی دیتی ہے وہ دہلوی رنگ و فکر سے قطعی مختلف تھی دہلی میں غزل کا دوسرا رنگ تھا یہاں کی تہذیب و تمدن پر فارسی تہذیب اور خسروانہ حشمت کی جلالیت حاوی تھی" اس کی دنیا کنارِ گنگ و جمن کی لطافتوں کی دنیا نہیں تھی اس محفل میں لحن داؤدی تھا، کرشن کی بنسری کی الاپ نہیں تھی، سوادِ شیراز و اصفہان کی طرب انگیزیاں تھیں جو دوآبہ کے شاداب میدانوں، جنت نظیر کشمیر کے مرغزاروں اور حُسن خیز مستیوں کا دین بسیرا بنا دینے والی رونقیں نہیں تھیں، یہاں میلیٔ عراق

کا نمکین سانولا پن اور شیریں عجم کی قیامت خیز صباحت کی گرمی محبت کا جادو جگاتی رہیں سورج کو شرما دینے والی پدمنی کے ماتھے کی جوت کبھی تمنا کے نظر نہ بن سکی، جب کہ دکن کے شعری سرمایہ میں مقامی بھاشاؤں رسم و رواج معاشرتی جھلکیاں اور دوسری ہندی تمثیلات کی جھلک ملتی ہے۔ ولی کے پیش روؤں یا دکنی ہم عصروں نے اسی مشترک تہذیب و تمدن کے احیاء میں حصہ لیا اور ہندوی مزاج و عناصر کو قائم رکھا۔ برج اور سنسکرت کے بنیادی عشقیہ تصورات، بھگتی اور تصوف کے مضامین کو شعری محاکات میں درشایا۔ عربی و فارسی کے الفاظ کو بھی ہندیائی انداز میں استعمال کیا اور غیر مطبوع بحروں کے علاوہ سنسکرت کی بحروں کو بھی عام بحروں کے ساتھ قائم رکھا۔ جنھوں نے مذکر اسماء کی جمع بنانے کے لئے ایں کی جگہ آں (راتاں، باتاں، انکھاں) کا، مونث اسماء کے لئے آخری حرف کے بعد یاں (عورتیاں، اٹھکھیلیاں) کا اور ایاہ کے فاعلی حالت میں یے (رکتے) کا اضافہ مروج کیا لیکن اس کے ساتھ غیر فاعلی حالت میں "اں" اور مجرودی حالت میں "و" کا بھی استعمال روا رکھا اسی طرح حرف عطف (و، اور) اور حرف ربط (کا، کی، کے، سے وغیرہ) کا استعمال نہیں کیا۔ مگر تالیفی علامتیں ظرفی حالت میں "ن" کو غنّہ (نہ مارے کوئی راتیں پلک کوں) کی صورت میں تیں، تیئں،

توں علامت کو مفعولی کی حالت میں کرت، کیرت، کرا، کیرا کو حالت اضافی اور نے، سئے، سیس، سوں، ئے، کوں، وغیرہ اپنے دود کے اردگرد تھوڑے بہت فرق کے ساتھ مستعمل تھے لیکن اس کا کوئی تعین نہیں ہو سکتا کہ وہ یا یہ ایک کے بعد ایک متروک ہوئے یا مروج ہوئے ہاں یہ ممکن ہے کہ کوئی زیادہ مستعمل تھا اور کوئی کم۔

انکھیاں اپر ہے بال یا پنجرے نے کھنچی رہیا
—— مشتاق

خلوت نے سیجن کے میں موم کی بتی ہوں
—— لطفی

روشن شفق میں جگ مگے جیوں چاند پہلی رات کا
—— شاہی

مغرور بے خبر ہے مدہوں مدن کی بالی
—— نصرتی

جھنکار پینجن کا ترے گھنگھرو کا کھل کھل بولنا
—— ہاشمی

پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
—— قلی

جیو کھٹ کتا کروں میں رہتا نہیں ہے کٹ نین
—— سالک

کتا منّت کرے عاشق بچپادا
عبداللہ
دیا جیو بھر راگ ہوا دنگ کوں
غواصی
لے موتیاں خوب میں اس تے پروتا
نشاطی
دل کے باغاں منے سخن کے گُل
روحی
بچھائے چاندنی کا فرش نرمل
عشرتی

ولی نے اپنی غزلوں میں ایرانی مفاہمت اور بھاشا کے امتزاج سے "مصوری کا کمال دکھایا" اور پیوستہ دور کی خصوصیات کو نئے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی اور جزوی طور پر اس میں نیا نکھار، نئی خوش بو اور نئی ندرت پیدا کی الفاظ و تراکیب کے استعمال میں اور تشبیہہ و استعارے کے برتنے میں خوش سلیقگی کی عارفانہ بلاغتہ موجود ہے۔ ان کی ادا کی صلاحیت لفظوں کے جھروکوں سے جھانکتی ہے اور ترکیبوں کی زبان میں بات کرتی ہے وہ جس موضوع کو بھی قلم بند کرتے ہیں ان میں منفرد انظر کی چھوٹی سے چھوٹی صداقت بھی منور ہو جاتی ہے ۔ بدن کی خوش بو اور پیار کی چمکیلی واقعیت

بت پرستانہ جذبہ کے ساتھ بت شکنی کی روایت کو بھی ملحوظ رکھتی ہے۔ بدن، قد، زلف، ہونٹ، لب اور بھنوں کی تکرار سے حقیقت و مجاز کی غرض و غایت ظاہر ہوتی ہے اور نئے علامتی پیکروں کی بازیافت ہوتی ہے۔

قد ترا رشک سروِ رعنا ہے
معنیٔ نازکی سراپا ہے

اے قبلہ رو ہمیشہ محراب میں بھنواں کی
کرتی ہیں تیری پلکاں مل کر نماز گویا

یو خال ہندو دیکھ کے تجھ مکھ ہوئے ہیں کافراں
تسبی مصلا ڈال دے کے دین داراں ہر طرف

تجھ چشم کی تعریف کوں آہو کے نین پر
اکعثر قلم نرگسِ جادو سوں لکھا ہوں

بخشا ہے تری نین نے کیفیتِ مستی
تجھ مکھ نے خبردار کیا بے خبری کو

کریں گر بحث اس انکھیاں کے جادو کی ہم سازاں
نہ پہنچے کوئی باریکی میں کاجل کے معانی کو

حیرت کا رنگ لے کے لکھے شکل بے خودی
تیری ادا و ناز کوں معنی نگار دیکھ

معشوق ہے بغل میں وؔلی یہ سنا ہوں میں
مت دل کے باج اسکوں کہیں جستجو کرو

ولی نے لفظوں کی معنوی بلاغت پر بھی خاصہ زور دیا ہے اور لفظوں کی صوتی کیفیات کو بھی ملحوظ دکھا ہے جس سے ان کے لسانی تفکر کا اور داخلی و خارجی محرکات کا اندازہ ہوتا ہے انھوں نے الفاظ کے استعمال میں شعوری رو کو زیادہ معتبر قرار دیا ہے جس کے پس پشت اجتہادی رویہ کا متصوف کردار موجود ہے اس لئے ان کے لفظیات سے غیر مانوسیت یا کرختگی کا احساس نہیں ہوتا بل کہ نئے معنوں اور نئی وسعتوں کا زائچہ بنتا دکھائی دیتا ہے، جودھا، پران، نین، سجن، سندر، پریتم، پیو، سری جن، مکھ، اوس، جگت رین، چنچل، بھاؤ، جھانجھر، جھنکار، اندھاری، سنگات، چکرت، سمرن، درپن، بچن، دھاوا، پروانگی، سحرسازی، تلملی، سدھ، چشماں، لباسی، پکھڑی، جھلکار، نیٹ، ہٹیلہ، چھپیٹا، لگن، رتن، دھن، بنت، بین، بالی، بھیک، ادھار، رین، چرن، گگن، بانسلی، گلی، ناگنی، باسی، اداسی، یادگاری، سڑک، بلبلاں، گواہ، پھند، ھتوالا، جھمک، اگن وغیرہ جیسے کثیرالاستعمال لفظوں میں معنی کا نیا انکشاف محسوس ہے اور یہ لفظ صرف لفظ نہیں، علامت بھی ہیں اس لئے شعری فضا کی مناسبت سے نئے الفاظ اور نئے اصوات کی اختراعی جدّت میں خود ساختگی کی ذہنی صلابت ملوث دکھائی دیتی ہے اور جن کے درون و میان سابقے و لاحقے کی معاون صفتیں بھی سماعی کیفیتوں سے وابستہ ادتکازیت

کے حُسن کو مربوط و منضبط رکھنے میں مدد دیتی ہیں۔ اسی طرح انھوں نے ترکیبوں کے اختراع میں اپنی تخلیقی ذہانت و بصیرت کا شاندار مظاہرہ کیا ہے۔ عربی و فارسی لفظوں کے ساتھ ہندی لفظوں کا اشتراک معنوی وحدت سے مالا مال ہے۔ ان کی ترکیبوں میں حرف عطف اور ہم نا کے آزادانہ استعمال سے ہندوی روایت کی توثیق ہوتی ہے۔ مال و دھن، زلف و بال، نگہہ خوں خوار، خوش نین، تجھ پگ، موسمِ بزرگی، بہارِ نیم خوابی، شیریں بچن، جامۂ تنگ، مہ دو ھفتہ، گلِ باغِ ندامت، اقلیمِ تنہائی، تیغ و پلک، موجِ چشمۂ آبِ بقا، تخت وچتر، قلم کا پگ، معنی نگار، کشتی سوار، صفحہ نین، بھنواں کی تیغ صدائے بانسلی، آشنا کے نین، شیریں سخن، سودائے زلفِ خوباں، عقیقِ جگری، دشمنِ ہوش، شعلۂ آواز، گوشۂ آرام، پنجۂ خورشید، خانہ بردوش، آئینۂ معنی نما، موجِ بیتابیٔ دل، نوبہارِ باغِ محبت، سرنوشتِ عاشق، صاحبِ حیا، غمزۂ آہو پچھاڑ، لٹ پٹی دستار، زلف کی موجاں، پیٹ بچن، انیندی نین، ساغرِ نین، جوڑا جگری، دھرم دھاری، وعدۂ کل، جامہ کی بھڑک، خنجرِ مژگاں کی باڑ، شمع نمن، رنگ و رس، آبِ نین، مکھ کا نور، ینہہ کا کوچہ، چشم سجن، اشکِ ہزاراں، کانِ نمک، شرابِ پرتگالی، چندر بدن، بیمار انکھیاں اور جامِ نین وغیرہ اسی روایت کی ملی جلی نشانیاں ہیں۔

ماہ اندھکار تھا کہ جیوں میرے
پاس میرا جو ماہ تاب نہ تھا
وَلیؔ! مرہم نہیں اس کا کسی طور
کہ جن نے عشق کا کھایا بھپیٹا
اس رات اندھاری میں مت بھول پڑوں تس سوں
ٹُک پاؤں کے جھانجھے کی جھنکار سناتی جا
تجھ نین کے دیکھن کا دل ٹھاٹ کر چلا تھا
غمزے کے دیکھ ٹھٹ کوں، ناچار ہو کے ٹھٹکا
دل کو میرے تب ستیں حاصل ہوا ہے پیچ و تاب
جب سوں دیکھا پیچ تیری لٹ پٹی دستار کا
پھر پھر وَلیؔ تو کے کن آتا ہے جیوں کے سائل
تیری میٹھی زباں کا پایا ہے جب سوں چسکا
گزر ہے تجھ طرف ہر بوالہوس کا
ہوا دھاوا مٹھائی پر مگس کا
کیا مدہوش مجھ دل کوں انیندی نین ساقی نے
عجب دکھتا ہے کیفیت زمانہ نیم خوابی کا
یہ مکھ کی شمع سوں روشن ہے ہفت اقلیم کی مجلس
وَلیؔ پروانگی کرتا تری ملاشِ دکھن بھیتر

خنجر عشق سوں کٹا سر گوں
مرغ بسمل ہو تلملی ہے شمع
جو شعر لیاسی تجھے جیوں پھول ہوئے باسی
جب شعر ولی تیرا یو تازہ ہوا تازہ
ابرو و چشم و زلف و بال خال و خط اس نگار کا
خنجر و سحر و عقرب و دانہ و دام و مار ہے
کیا کرے مال و دھن خزینہ کوں
یہ خبر سن رتن عجب کچھ ہے
آ اے مہ دو ہفتہ مرے پاس ایک روز
ہر آن تجھ فراق کی سینہ پہ سال ہے
صفحۂ نین پہ پتلی کی سیاہی لے کر
نقطۂ خال کی تعریف کوں تحریر کرو
نرگس کے تماشے کوں گلستاں میں نہ کو جا
ہے چشم سجن بیچ بہارِ گل و نرگس
بغیر از عید مت دکھلا کسی کوں یہ ہلال ابرو
نہ مل مہتاب میں بھی کس سوں اے چندر بدن ہرگز
گردِ غم، آب نین، درد کے معمار نے لے
خانۂ عشق جگر سوز کوں تعمیر کیا

ولی نے اپنے اسی اجتہادانہ رویہ سے کام لیتے

ہوئے شعری ضرورت کے تحت ساکن کو حرکت میں، اور حرکت کو سکون میں بدل لیا ہے اور وزنِ شعر میں حذف و اضافہ کو بھی جائز کرلیا ہے اور اکثر موقعوں پر شعر کو متحرک یا باوزن رکھنے میں حرف کو گنگ یا ساکت یا خارج کردیا ہے مثلاً گنتی، ہوئی، کوئی، انکھیاں، کھوں، گھونگھٹ، سورج، سوتے، ٹوٹے، زنجیر، الگ، آپس وغیرہ کی جگہ گی، ہُئی، کئی، انکھاں، کوں، گھگھٹ، سرج سُتے، ٹٹا، زجیر، لگ، اپس وغیرہ۔ اسی طرح ردیف و قافیہ کے التزام میں حرف کے مشدد یا غیر مشدد ہونے میں، نون غنہ کی کثرت میں، ہ کو مخلوط کرنے یا نہ کرنے میں، اور فارسی محاوروں یا ترکیبوں کا ترجمہ کرنے میں اسی اجتہادی رویہ کی ہم نشینی دکھائی دیتی ہے۔

وفا کو مل ترک مت کر ہرگز اے دل

محبت ہے وفا بن سست بیاد

آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے اس کوں

کرتی ہے نگہ جس قد نازک پہ گرانی

شکار انداز دل دو من ہرن ہے

لقب جس شوخ کا جادو نیئن ہے

گھیر رکھتا ہے دل کوں جامۂ تنگ
جگ منیں دور دور دامن سے ہے

یو خط کا حاشیہ گرچہ ولی ہے مختصر لیکن
مطوّل کے معانی کا تمامی مدعا دستا

تجھ ابرواں کوں دیکھ کے کیتا ہے اے صنم
تجھ حق منیں ہلال نے دستِ دعا بلند

تو ہے سر پاؤں لگ ازبس کہ نازک
نگہ کرتی ہے تجھ پگ کوں حنائی

کئی مقصود ہے دنیا، کئی مقصود جنت ھے
مجھے مقصود دنیا میں مرے پیتم کی گالی ھے

جگت جوگی ہوا ہے دیکھ تج کوں
سُرج جوگی فلک جوگی کی مڑھے

بھنواں، تیغ و پلک، خنجر، نگہ، تیر
یو کس کے قتل کا ساماں ہوا ہے

غرض ولی کی تمام تر شاعری اسی دورِ پروردہ کی شاعری ہے جب زبان تشکیل و تعمیل کے مراحل سے گزر رہی تھی اور اپنے اس ارتقائی مدارج میں تھی جہاں کسی اصول و قیدو بند کی ضرورت نہیں ہوتی کیوں کہ یہ تبدیلی اتنی غیر مرئی طریقہ سے ہوتی ہے کہ اُسے کسی اصول وضابطے سے روکا

نہیں جاسکتا۔ زندہ زبانوں اور زندہ ادب کی یہی پہچان ہے کہ اس میں نوع بہ نوع تبدیلی ہوتی رہے۔ یہ تبدیلی لسانی بھی ہوسکتی ہے اور تہذیبی و وجدانی اور نظری بھی اس کا کوئی بندھا ٹکا اصول نہیں۔ زبان کوئی جامد شئے نہیں بل کہ وہ ایک ایسی حرکی شئے ہے جو معمولی سی معمولی تبدیلی سے بھی جلد متاثر ہوجاتی ہے لیکن ایسا نہیں کہ اس میں قبول یا ناقبول کی کوئی صلاحیت نہیں ہوتی وہ ہر تجربے کو خواہ لسانی ہو یا فکری، اپنی تنقیدی کسوٹی پر ضرور کستی ہے اور پھر جو نظریہ یا تجربہ کھرا اترتا ہے وہ اس ادب یا زبان کا ناگزیر جزو بن جاتا ہے۔

وہ صنم جب سوں بسا دیدۂ حیران میں آ
آتشِ عشق پڑی عقل کے سامان میں آ

ناز دیتا نہیں گر رخصتِ گل گشت چمن
اے چمن زارِ حیا دل کے گلستان میں آ

یاد آتا ہے مجھے جب وو گلِ باغِ وفا
اشک کرتے ہیں مکاں گوشۂ دامان میں آ

موجِ بے تابیِ دل اشک میں ہوئی جلوہ نما
جب بسی زلفِ صنم طبع پریشان میں آ

نالہ و آہ کی تفصیل نہ پوچھو مجھ سوں
دفترِ درد بسا عشق کے دیوان میں آ

پنجۂ عشق نے بے تاب کیا جب سوں مجھے
چاکِ دل تب سوں بسا چاکِ گریبان میں آ
حُسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد
طالبِ عشق ہوا صورتِ انسان میں آ
شیخ یہاں بات تری پیش نہ جاوے ہرگز
عقل کوں چھوڑ کے مت مجلسِ رندان میں آ
درد منداں کو بہ جز درد نہیں، صیدِ مراد
اے شہ ملکِ جنوں غم کے بیابان میں آ
غم سوں تیرے ہے ترحم کا محل حالِ ولی
علم کوں چھوڑ سجن شیوۂ احسان میں آ

ظلم

••

اے رشکِ ماہ تاب تو دل کے صحن میں آ
فرصت نہیں ہے دن کو اگر توں رَین میں آ
اے گل عذار غنچہ دہن ٹک چمن میں آ
گل سر پہ رکھ کے شمع نمن انجمن میں آ
کب لگ الپس کے غنچہ مکھ کو رکھے گا بند
اے نو بہارِ باغِ محبت سخن میں آ

تا گل کے رو سے رنگ اڑے اوس کی نمن
اے آفتابِ حسن توں یک ٹک چمن میں آ
تجھ عشق سوں کیا ہے ولی دل کوں ہیئت غم
سرعت ستی اے معنیٔ بے گانہ ! من میں آ

● ●

وہ نازنیں ادا میں اعجاز ہے سراپا
خوبی میں گل رخاں سوں ممتاز ہے سراپا
اے شوخ تجھ نین میں دیکھا نگاہ کر کر
عاشق کے مارنے کا انداز ہے سراپا
جگ کے ادا شناساں، ہے جن کی فکر عالی
تجھ قد کوں دیکھ بولے یو ، ناز ہے سراپا
کیوں ہو سکیں جگت کے دل بر ترے برابر
تو حسن ہور ادا میں اعجاز ہے سراپا
گاہے اے عیسوی دم یک بات لطف سوں کر
جاں بخش مجھ کوں تیرا آواز ہے سراپا
مجھ پر ولی ہمیشہ دل دار مہرباں ہے
ہر چند حسبِ ظاہر طناز ہے سراپا

کتاب الحسن کا یہ مکھ صفا تیرا صفا دستا
تیرے ابرو کے دو مصرع سوں اس کا ابتدا دستا

تیرا مکھ حسن کا دریا و موجاں چین پیشانی
اُپر ابرو کی کشتی کے یو تل جیوں ناخدا دستا

ترے لب ہیں بہ رنگِ حوضِ کوثر مخزنِ خوبی
یہ خالِ عنبریں تس پر ہلال آسا کھڑا دستا

بیاں اس کی نزاکت ہور لطافت کا لکھوں تا کے
سراپا محشر خوبی منیں ناز و ادا دستا

یو خط کا حاشیہ گرچہ ولی ہے مختصر لیکن
مطوّل کے معانی کا تمامی مدعا دستا

• •

توں آج ہے سینہ شاد دستا
مطلب ہے کہ بامراد دستا

تجھ مکھ کے صفحہ پہ نقطۂ خال
سرمایۂ ہر مراد دستا

ہر نسخۂ لذّتِ جہاں کا
انکھیاں میں تری سواد دستا

ابرو کے نزک یہ خالِ موزوں
خوش مصرعۂ مستزاد دستا
تجھ نین کی کیا کروں میں تعریف
یہ عین ثلث کا صاد دستا
عالم میں ولی سخن یو تیرا
مجھ فائدہ فواد دستا

• •

یو تل تجھ مکھ کے کعبے میں مجھے اسود حجر دستا
زنخداں میں تیرے مجھ چاہِ زمزم کا اثر دستا
مرا دل چاند ہور تیری نگہ اعجاز کی انگلی
کہ جس کی یک اشارت میں مجھے شق القمر دستا
ولی شیریں زبانی کی نہیں ہے چاشنی سب کو
حلاوت فہم کو میرا سخن شہد و شکر دستا

• •

طاقِ ابرو ترا حرم دستا
محرم اس کا عرب عجم دستا

خط تیرا سرنوشت عاشق میں
حرف تقدیر کا رقم دستا
لوحِ محفوظ ہے ترا رخسار
زلف اس پر مگر قلم دستا

● ●

آج کی رین مجھ کوں خواب نہ تھا
دونوں انکھیاں میں غیرِ آب نہ تھا
خونِ دل کوں کیا تھا ییں نوش
اور شیشے میں شراب نہ تھا
ٹک تلطف سوں آکے مل جاتا
حق کے نزدیک کچھ عذاب نہ تھا
ماہ اندھکار تھا کہ جیوں میرے
پاس میرا جو ماہ تاب نہ تھا
آہ پر آہ کھینچتا تھا میں
آج کی رات کچھ حساب نہ تھا

● ●

مت غصّے کے شعلے سوں جلتے کوں جلاتی جا
ٹک مہر کے پانی سوں تو آگ بجھاتی جا
تجھ چال کی قیمت سوں دل نئیں ہے مرا واقف
اے مان بھری چنچل ٹک بھاؤ بتاتی جا
اس رات اندھاری میں مت بھول پڑوں تس سوں
ٹک پاؤں کے جھانجھے کی جھنکار سناتی جا
تجھ نیہہ میں دل جل جل جوگی کی لیا صورت
یک بار اسے موہن چھاتی سوں لگاتی جا
تجھ گھر کی طرف سندر آتا ہے ولی دائم
مشتاق درس کا ہے ٹک درس دکھاتی جا

● ●

دل ربا آیا نظر میں آج میری خوش ادا
خوش ادا ایسا نہیں دیکھا ہوں دوجا دل ربا
بے وفا گر تجھ کوں بولوں ہے بہ جا اے نازنیں
نازنیں عالم منیں ہوتے ہیں اکثر بے وفا
کم نما ہے نوجواں میرا بہ رنگِ ماہِ نو
ماہ نو ہوتا ہے اکثر اے عزیزاں کم نما

مدعائے عاشقاں ہر آن ہے دیدار یار
یار کے دیدار بن دو جا عبث ہے مدعا
کیمیا عاشق کے حق میں ہے نگاہِ گل رخاں
گل رخاں سوں جگ میں پایا ہوں ولی یہ کیمیا

• •

دل کوں لگتی ہے دل ربا کی ادا
جی میں بستی ہے خوش ادا کی ادا
گرچہ سب خوب رو ہیں خوب ولے
قتل کرتی ہے میرزا کی ادا
حرف بے جا بہ جا ہے گر بولوں
دشمنِ ہوش ہے پیا کی ادا
گل ہوئے غرق آب شبنم میں
دیکھ اس صاحب حیا کی ادا
اے ولی درد سر کی دارو ہے
مجھ کوں اس صندلی قبا کی ادا

• •

اسباب سوں دنیا کے بے غرض ہوں سدا میں
بن تیل ہور بتی ہے روشن چراغ میرا
مجھ دل کے آ چمن میں کر یک نظر تماشہ
داغاں کے ہے گلاں سوں روشن یو باغ میرا
از بس کہ زندگی میں یوں محو ہوں ولی میں
مشکل ہوا اجل کو کرنا ، سراغ میرا

●●

دیکھا ہے جن نے تیرے رخسار کا تماشہ
نہیں دیکھتا سرج کی جھلکار کا تماشہ
بے قصد مجھ زباں پر آتا ہے لفظ تمکیں
دیکھا ہوں جب سوں تیری رفتار کا تماشہ
ہندو نے صاف دل سیں ڈالا گلے میں رشتہ
دیکھا جو تجھ صنم کے زنار کا تماشہ
نرگس نمن رہی نہیں پل مارنے کی طاقت
آ دیکھ اس انکھاں کے بیمار کا تماشہ
تب سوں ولی کا طلب جا پیچ میں پڑیا ہے
دیکھا ہے جب سوں تیری دستار کا تماشہ

●●

بے تاب آفتاب ہے تجھ مکھ کی تاب کا
پیاسا ہے اس جہاں میں تیرے لب کے آب کا
تجھ مکھ کی آب و زلف کی موجاں کوں دیکھنے
سب تن نین ہوا ہے سو جل پر حباب کا
تجھ شوق سوں مدام لبالب ہیں جام نین
شیشے میں دل کے جوش ہے نت اس شراب کا
مجھ شعر کی روانی سنیا جب سوں اے ولی
غم ناک ہے ندھاں ستی دامن سحاب کا

• •

روح بخشی ہے کام تجھ لب کا
دم عیسیٰ ہے نام تجھ لب کا
حُسن کے خضر نے کیا لب ریز
آبِ حیواں سوں جام تجھ لب کا
منطق و حکمت و معانی پر
مشتمل ہے کلام تجھ لب کا
سبزہ و برگ و لالہ رکھتے ہیں
شوق دل میں دوام تجھ لب کا

غرقِ شکر ہوئے ہیں کام و زباں
جب لیا ہوں میں نام تجھ لب کا
ہے ولی کی زباں کوں لذت بخش
ذکر ہر صبح و شام تجھ لب کا

••

جگ منیں دو جانیں ہے خوب رو تجھ سار کا
چاند کوں ہے آسماں پر رشک تجھ رخسار کا
جب سوں تیری زلف کوں دیکھا ہے زاہد اے صنم
ترک کر سبحہ کوں ہے مشتاق تجھ زنار کا
دل کو میرے تب ستیں حاصل ہوا ہے پیچ و تاب
جب سوں دیکھا پیچ تیری لٹ پٹی دستار کا
ٹک آپس کا مکھ دکھا اے راحتِ جان و جگر
ہے ولی مدت ستی مشتاق تجھ دیدار کا

••

دیکھنا ہر صبح تجھ رخسار کا
ہے مطالعہ مطلعِ انوار کا

بلبل و پروانہ کرنا دل کے تئیں
کام ہے تجھ چہرۂ گل نار کا

صبح تیرا درس پایا تھا صنم
شوق دل محتاج ہے تکرار کا

دل کوں دیتا ہے ہمارے پیچ و تاب
پیچ تیرے طرۂ طرار کا

سرکشی آتش مزاجی ہے سبب
ناصحوں کوں گرمیِ بازار کا

اے ولی کیوں سن سکے ناصح کی بات
جو دیوانہ ہے پری رخسار کا

● ●

یاد کرنا ہر گھڑی اس یار کا
ہے وظیفہ مجھ دل بیمار کا

آرزوئے چشمۂ کوثر نہیں
تشنہ لب ہوں شربتِ دیدار کا

گر ہوا ہے طالبِ آزادگی
بند مت ہو سبحہ و زنار کا

مسند گل منزلِ شبنم ہوئی
دیکھ رتبہ دیدۂ بے دار کا
اے ولی ہونا سری جن پر نثار
مدعا ہے چشمِ گوہر بار کا

••

عیاں ہے ہر طرف عالم میں حسنِ بے حجاب اس کا
بغیر از دیدۂ حیراں نہیں جگ میں نقاب اس کا
کرے عشاق کوں جیوں صورتِ دیوار حیرت سوں
اگر پردے سوں وا ہووے جمالِ بے حجاب اس کا
سجن نے یک نظر دیکھا نگاہِ مست سوں جس کوں
خراباتِ دو عالم میں سدا ہے وہ خراب اس کا
مرا دل پاک ہے از بس ولی زنگ کدورت سوں
ہوا جیوں جوہر آئینہ مخفی پیچ و تاب اس کا

••

چاروں طرف کھلیا ہے گل زار رنگ و رس کا
اس سیرِ جاں فزا سوں سینہ کھلیا ہوس کا

تجھ مکھ کے دیکھنے سوں اے آفتاب طلعت
مشتاق دل سوں میرے شعلہ اٹھا امس کا
سب دل براں پہ حق نے تجھ کو دیا فضیلت
ہر مدرسے کے بھیتر چرچا ہے تجھ درس کا
پھر پھر ولی ترے کن آتا ہے جیوں کے سائل
تیری میٹھی زباں کا پایا ہے جب سوں چس کا

• •

کیتا ہوں تیرے ناؤں کوں میں ورد زباں کا
کیتا ہوں تیرے شکر کوں عنواں بیاں کا
جس گرد اوپر پاؤں رکھیں تیرے رسولاں
اس گرد کوں میں کحل کروں دیدۂ جاں کا
مجھ صدق طرف عدل سوں اے اہلِ حیا دیکھ
تجھ علم کے چہرے پہ نہیں رنگ گماں کا
ہر ذرّۂ عالم میں ہے خورشید حقیقی
یوں بوجھ کے بلبل ہوں ہر اک غنچہ دہاں کا
کیا سہم ہے آفاتِ قیامت ستی اس کوں
کھایا ہے جو گئی تیر تجھ ابرو کی کماں کا

کہتا ہے ولی دل ستی یو مصرع رنگیں
ہے یاد تری مجھ کو سبب راحت جاں کا

••

اس سیدا پر نت اچھو سایہ سدا رحمان کا
جس کے لباں کے رشک سوں دل خوں ہوا مرجان کا
جن تے نظر زیر و زبر صفحے پہ اس مکھ کے کیا
گویا کہ کیتا ختم ہے سو بار وو قرآن کا
ابرو کماناں کھینچ کر، پلکاں کے تیر اس کوں لگا
جاتا ہے کس کے قتل کوں وو شوخ خونیں شان کا
جامہ گلابی بر میں کر ساغر نین صہبا سوں بھر
کرنے دوانا، کس مگر رہ زن چلیا ایمان کا
درشن بدل اس ماہ کی ہے آرزو زہرہ کوں نت
مجلس میں اس کی آئے گر گانے کے تئیں یک تان کا
دکھن میں تیرے شعر سن شوقی ہوئے تیرے ولی
جس کے لگیا ہے دل کے تئیں خوش شعر تجھ دیوان کا

••

دل کو گر مرتبہ ہو درپن کا
مفت ہے دیکھنا سری جن کا

اے زباں کر مدد کہ آج صنم
منتظر ہے بیاں روشن کا

حکمت عشق بو علی سوں نہ پوچھ
نئیں وہ قانون شناس اس فن کا

آئینہ تجھ سے ہو کے ہم زانو
غیرت افزا ہوا ہے گلشن کا

ٹک ولی کی طرف نگاہ کرو
صبح سوں منتظر ہے درشن کا

• •

بدخشاں میں پڑیا ہے شور تیرے لعل رنگیں کا
ہوا ہے چین میں شہرہ تری اس زلف پرچیں کا

عجب نئیں ہے اگر ساقی فلک کا اے کماں ابرو
تری مجلس میں لیاوے جام روشن ماہ سیمیں کا

اٹھے شیریں سر تعظیم کوں اس کی ادب سیتی
اگر کوئی کوہ کن بولے سخن تجھ عز و تمکیں کا

ولی اس طبع کا گلشن گل معنی سوں ہو، روشن
جو کئی دل کوں کرے مسکن مرے اشعار رنگیں کا

● ●

طالب نہیں مہر و مشتری کا
دیوانہ ہوا جو تجھ پری کا
یو غمزۂ شوخ ساحری کا
استاد ہے سحر سامری کا
تجھ تل سوں اے آفتاب طلعت
ممنون ہوں ذرہ پروری کا
کفار فرنگ کوں دیا ہے
تجھ زلف نے درس کافری کا
توں سر سوں قدم تلک جھلک میں
گویا ہے قصیدہ انوری کا
اے غنچہ نہ کر تو فخر، یو دل
تکمہ ہے پیا کی بکتری کا
پایا ہے جو کوئی دولتِ فقر
مشتاق نہیں سکندری کا

کہتا ہے ولی پکاریو بات
بندہ ہوں پیا کی دلبری کا

• •

شغل بہتر ہے عشق بازی کا
کیا حقیقی و کیا مجازی کا
ہر زباں پر مثل شانہ مدام
ذکر تجھ زلف کی درازی کا
ہوش کے ہاتھ میں عناں نہ رہی
جب سوں دیکھا سوار تازی کا
تیں دکھا کے اَپس کے مکھ کی کتاب
علم کھویا ہے دل سوں قاضی کا
آج تیرے بھنواں نے مسجد میں
ہوش کھویا ہے ہر نمازی کا
گر نہیں راز عشق سوں آگاہ
فخر بے جا ہے فخر رازی کا
اے ولی سرو قد کوں دیکھوں گا
وقت آیا ہے سرفرازی کا

پڑیا ہے لعل میں پرتو سجن تجھ لب کی لالی کا
عیاں ہے مہ سوں روشن تر تری صاحب کمالی کا

ترا قد مصرعِ برجستۂ دیوانِ عالی ہے
تری یو بیت ابرو و شعر دستا ہے ہلالی کا

گئی ہے خواب مخمل کی ترے پاؤں کی سرخی سوں
کہ جس کے عکس سوں رنگیں ہوا ہے نقش قالی کا

ترے لب کی حلاوت نے کیا مجھ طبع کو شیریں
ہوا ہے نقل مجلس ذکر مجھ شیریں مقالی کا

ہوا مجھ دل کی جنت میں سو ہر یک آہ جیوں طوبیٰ
لٹک چلنا جو دیکھا، بس کہ میں سید معالی کا

رنگیلے شعر کا کہنا کیا تھا ترک مدت سوں
ترا یو قد ہوا ہے پھر کے باعث فکر عالی کا

ولی تجھ شعر کوں سنتے ہوئے ہیں مست اہل دل
اثر ہے شعر میں تیرے شراب پرتگالی کا

●●

تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں سوں کہوں گا
جادو ہیں ترے نین غزالاں سوں کہوں گا

دی بادشہی حق نے تجھے حسن نگر کی
یو کشورِ ایراں ہیں سلیماں سوں کہوں گا

تعریف ترے قد کی الف وار سری جن
جامہ سرِ گلستاں کوں خوش الحاں سوں کہوں گا

مجھ پر نہ کرو ظلم تم اے لیلئ خوباں
مجنوں ہوں ترے غم کوں بیاباں سوں کہوں گا

دیکھا ہوں تجھے خواب میں اے مایۂ خوبی
اس خواب کو جا یوسف کنعاں سوں کہوں گا

جلتا ہوں شب و روز ترے غم میں اے ساجن
یہ سوز ترا مشعلِ سوزاں سوں کہوں گا

یک لفظ ترے صفحۂ رخ پر نہیں بے جا
اس مکھ کو ترے صفحۂ قرآں سوں کہوں گا

بے صبر نہ ہو اے ولی اس درد سوں ہرگز
جلتا ہوں ترا درد میں درماں سوں کہوں گا

● ●

جس وقت اے سری جن تو بے حجاب ہوئے گا
ہر ذرہ تجھ جھلک سوں جیوں آفتاب ہوئے گا

مت آئینے کوں دکھلا اپنا جمال روشن
تجھ مکھ کا آب دیکھ آئینہ آب ہوئے گا

مج کوں ہوا ہے معلوم اے مست جام خوبی
تیری انکھاں کے دیکھے عالم خراب ہوئے گا

ہاتف نے یوں دیا ہے مجھ کو ولی بشارت
اس کی گلی میں جا تو مقصد شتاب ہوئے گا

• •

اس قد سوں جس چمن میں وو نونہال ہوگا
کیا سرو کیا صنوبر ہر یک نہال ہوگا

معنی کے جو چمن میں ہے بلبلِ معنی
تجھ گل بدن کے دیکھے رنگیں خیال ہوگا

جیوں شمع گل پڑیں گے شرمندگی سوں گل رو
جس انجمن میں حاضر گوبند لال ہوگا

البتہ وصف تیرا لاوے گا ہر سخن میں
جو شعر میں ولی سا صاحبِ کمال ہوگا

• •

جلوہ گر جب سوں وہ جمال ہوا
نورِ خورشید پائمال ہوا
فیضِ تشبیہہ قدِ دل برسوں
سروِ گلشن منیں نہال ہوا
یاد کر تجھ بھواں کی بیت بلند
ماہ نو صاحبِ کمال ہوا
دیکھ کر تجھ نگاہ کی شوخی
ہوش عاشق رمِ غزال ہوا
حسن اس دل ربا کا مدّت سوں
عکس آئینۂ خیال ہوا
وصف میں تجھ بھواں کے ہر مصرع
ثانیِ مصرعِ ہلال ہوا
جن نے دیکھا ہے تجھ نگاہ کی تیغ
پھر کے جینا اسے محال ہوا
غزل مجنوں کے بعد مجھ کوں ولی
صوبۂ عاشقی بہ حال ہوا

••

چشمِ دل بر ہیں خوش ادا پایا
عالمِ دل کوں مبتلا پایا

سیرِ صحرا کی توں نہ کر ہرگز
دل کے صحرا میں گر خدا پایا

جب نہ آیا تھا شکم مادر میں
ابتدا سوں نہ انتہا پایا

اسم اللہ و جسم احمد ہے
حق ستیں حق کوں حق نما پایا

حفظ کرنے کوں مصطفیٰ رو کوں
فیہ خیراً و حافظا پایا

بادشاہِ نجف ولی اللہ
پیر کامل علی رضا پایا

اس معانی کوں بوالہوس ناداں
کیوں کہ سمجھے ولی نے کیا پایا

● ●

ترے بن مج کوں اے ساجن یو گھر اور بار کرنا کیا
اگر تو نا اچھے مج کوں تو یو سنسار کرنا کیا

منڈی گروں منے بھاکراپس کے آپ منصف ہو
نگارا پوچھ یک کو اتا بیزار کرنا کیا
اگے جب سوں نہ آنے کی تھی منشا من میں تُمنا کے
تو مجھ سے دکھ بھرے سوں پھر جھوٹا اقرار کرنا کیا

• •

حق نے کلیدِ فہم سوں قفلِ سخن جب وا کیا
تب نقطۂ گفتار نے دل پہ جا بر جا کیا
عالم میں لائق حمد کے ہے وو ازل سیس تا ابد
دانا کتیں ناداں کیا، ناداں کتیں دانا کیا
وو وصف کے گل زار میں بلبل یہ میری طبع کا
پہنچا نہایت کوں وو تب جب سر بہ جائے پا کیا
نمرود نے مجھ نفس کے ڈالا تھا نارِ حرص میں
مثل خلیل اللہ مجھے وو جنت الماوا کیا
گر شوق ہے تجھ وصل کا الّا کوں لا میں دیکھ توں
ہے عین الّا وو ولی جس نے خودی کوں لا کیا

• •

اہلِ گلشن پہ ترے قد نے جب امداد کیا
اولاً سرو غلامی ستی آزاد کیا

جن نے عشاق کے چہرے کوں دیا رنگِ نیاز
معنیِ ناز کوں تجھ قد ستی ایجاد کیا

سینۂ بلبل و قمری کوں کیا مخزنِ درد
جب کے اس سرو نے سیرِ گل و شمشاد کیا

آج تجھ یاد نے اے دلبرِ شیریں حرکات
آہ کوں دل کے اُپر تیشۂ فرہاد کیا

اے ولی جب سوں کیا عشق میں تحصیل جنوں
روحِ مجنوں نے اپس کا مجھے استاد کیا

• •

خدا نے مکھ پہ ترے باب حسن باز کیا
قد بلند کوں تیرے تمام ناز کیا

یو مکھ ترا ہے جیوں مسجد بھنواں ہیں جیوں محراب
انکھاں سوں جا کے ہیں وہاں عشق کی نماز کیا

کمند شوق میں کھینچا ہے زہرہ رویاں کوں
تری زُلف کی حکایت کوں جو دراز کیا

خدا دیا ہے مجھے صد ہزار عجز و نیاز
جو سر سوں پانوں تلک تجھ کو شکلِ ناز کیا
ولی اپس کے قدم بوس کے شرف سوں مجھے
ہزار شکر کہ دل بر نے سرفراز کیا

••

صحنِ گلشن میں جب خرام کیا
سروِ آزاد کوں غلام کیا
غمزۂ شوخ نے بہ نیم نگاہ
کام عشاق کا تمام کیا
حق نے تجھ قد کوں دیکھ مثلِ الف
خوش قداں کا تجھے امام کیا
کاف کوفی ہے تجھ کمر کا بیچ
جگ میں اس کو سر کلام کیا
تجھ دہن نے کہ میم معنی ہے
دلِ سیماب میں مقام کیا
تا کہے خلق تج کوں ماہِ تمام
زلف تیری کوں حق نے لام کیا

گل رخاں خوف سوں ہوئے یک سو
تجھ نگہ نے جب اہتمام کیا
نام تیرا ولی نے اے اکمل
شوق سوں وردِ صبح و شام کیا

● ●

ہے قد ترا سراپا معنیٔ ناز گویا
پوشیدہ دل میں میرے آتا ہے راز گویا
ہر یک نگہ میں تیری ہے نغمۂ محبت
ہر تار تجھ نگہ کا ہے تار ساز گویا
اے قبلہ رو ہمیشہ محراب میں بھنواں کی
کرتی ہیں تیری پلکاں مل کر نماز گویا
تجھ زلف کوں ہو بولیا ہم دوش مصرع قد
رکھتا ہے مجھ برابر فکرِ دراز گویا

● ●

سجن ہے بس کہ تیرے حسن عالم گیر کی شہرت
سکندر کوں ہوئی حاصل مثالِ آرسی حیرت

نہ ہووے مرگ کی تلخی سوں ہرگز آشنا جگ میں
تری شیریں زبانی کا ملے عاشق کوں گر شربت
تری انکھیاں کی گردش نے کیا ساغر کو سرگرداں
تری زلفاں کے حلقے نے کیا گرداب کوں چکرت
نہ ڈھونڈو شہر میں فرہاد و مجنوں کا ٹھکانا تم
کہ ہے عشاق کا مسکن کبھو صحرا کبھو پربت
ولی کوں اے سجن گا ہے عطا کر بھیک درشن کی
دیا ہے لطف سوں تجھ کوں خدا نے حسن کی دولت

••

ہے جلوہ گر صنم میں بہار عتاب آج
لینا ہے اس کے ناز و ادا کا حساب آج
کیا ناز و کیا غرور ہے اس نو بہار میں
دیتا نہیں سلام کا میرے جواب آج
اس کی نگاہ مست سوں معلوم یوں ہوا
اکثر کرے گی خانۂ عاشق خراب آج
کیوں آرزوئے وصل کروں اس سوں اے ولی
دیتا نہیں ہے ناز سوں سیدھا جواب آج

نکلا ہے بے حجاب ہو بازار کی طرف
ہر بوالہوس کی گرم ہوئی ہے دکان آج
البتہ گل پیادہ ہو دوڑیں رکاب میں
اس نو بہار حُسن کی دیکھیں جو شان آج
میرے سخن کوں گلشن معنی کا بوجھ گل
عاشق ہوئے ہیں بلبل رنگیں بیان آج
جودھا جگت کے کیوں نہ ڈریں تجھ سوں اے صنم
ترکش میں تجھ نین کے ہیں ارجن کے بان آج
تجّار حسن پاس ہیں دو لعلِ بے بہا
اس جنس آب دار کا لینا ہے دان آج
کیوں کر رکھوں میں دل کوں ولی اپنے کھینچ کر
نئیں دست اختیار میں میرے عنان آج

• •

یہ رنگ صافی دل کیوں نہ ہو صفائے قدح
کہ دست آئینہ رو ہے مدام جائے قدح
کیا ہے ساقی عشرت بہار الفت سوں
حنائے پنجۂ رنگیں نگار پائے قدح

ہوا ہے قلقلِ مینا سوں مجھ اُپر ظاہر
کہ مَے پرست کے سینے میں ہے ثنائے قدح
ولی کے دل ستی اے شوخ احتراز نہ کر
ہمیشہ انجمنِ گل رخاں ہے جائے قدح
ولی ہے مست قدح زار زار وحدت کا
نہ حاجت اس کوں صراحی نہ التقائے قدح

● ●

تجھ گل بدن پہ جگ کے ہوئے گل عذار بند
گلشن میں تجھ بہار کے ہے نو بہار بند
گل زار میں لٹک کے چلے گر تو یک قدم
مانند آب آئینہ ہو جوئبار بند
تجھ قد کوں دیکھ سرو ہے گلشن میں پا بہ گل
آزاد یہاں ہوا ہے سو بے اختیار بند
امّید مجھ کوں یوں ہے ولی کیا عجب اگر
اس ریختے کوں سن کے ہو معنی نگار بند

● ●

ہوا ہے گرم توں جب آفتاب کے مانند
کیا ہے ہوش نے پرواز آب کے مانند

زمیں پہ کیوں نہ گریں اہل بزم جوں شمع
تری نگہ میں ہے مستی شراب کے مانند

ترے فراق میں ہر آہ لے کماں ابرو
گئی ہے چرخ پہ تیر شہاب کے مانند

ترے خیال میں اے بحر حسن دیدہ تر
ہوئے ہیں آب سراپا حباب کے مانند

کیا ہے طرز تغافل نے شوق کے جگ میں
ہر ایک چشم کوں تسخیر خواب کے مانند

نہ بھول گرم نگاہی پہ شوخ چشماں کی
محبت ان کی ہے دھوکا سراب کے مانند

نگاہِ گرم سوں اس شعلہ قد نے مجلس میں
کیا بہ رشتہ ولی کوں کباب کے مانند

● ●

گر چمن میں چلے وو رشک بہار
گل کریں نقد آب و رنگ نثار

بلبلاں ہر طرف سوں اٹھ دوڑیں
دیکھنے کوں اے ہزار ہزار
تجھ درس کے خیال میں دائم
مثل نیساں ہے چشم گوہر بار
اے ولی اس سوں حرف ہوش نہ پوچھ
جو ہوا مست جلوۂ دیدار

● ●

اب جدائی نہ کر خدا سوں ڈر
بے وفائی نہ کر خدا سوں ڈر
راست کیشاں سوں اے کماں ابرو
کج ادائی نہ کر خدا سوں ڈر
مت تغافل کوں راہ دے اے شوخ
جگ ہنسائی نہ کر خدا سوں ڈر
ہے جدائی میں زندگی مشکل
آ جدائی نہ کر خدا سوں ڈر
اس سوں جو آشنائے درد نہیں
آشنائی نہ کر خدا سوں ڈر

اے ولی غیر آستانۂ یار
جبہ سائی نہ کر خدا سوں ڈر

• •

اے بادِ صبا باغ میں موہن کے گذر کر
مجھ داغ کی اس لالۂ خونیں کوں خبر کر
کیا درد کسی کوں کہ کہے درد مرا جا
اے ماہ مرے درد کی توں جا کے خبر کر
مت طرزِ تغافل کوں مرے حق میں روا رکھ
اے شوخ مری آہ سوں البتہ حذر کر
کئی بار لکھا اس کی طرف نامے کوں لیکن
ہر بار مٹا اشک نے مجھ نامے کو تر کر
اس صاحبِ دانش سوں ولی ہے یہ تعجب
یک بارگی کیوں مجھ کوں گیا دل سے بسر کر

• •

نہ بل ہر بلبلِ مشتاق سوں اے گل بدن ہر گز
ہر اک گلشن میں جیوں نرگس نہ کھول اپنے نین ہر گز

جہاں کے گل رخاں سارے تجھے نازک بدن کہتے
تو ہر پلکاں کے کانٹاں پر نہ رکھ اپنے چرن ہرگز
بغیر از عید مت دکھلا کسی کوں یہ ہلال ابرو
نہ مل مہتاب میں بھی کس سوں اے چندر بدن ہرگز
حقیقت کے لغت کا ترجمہ عشق مجازی ہے
وو پائے شرح میں مطلب نہ بوجھے جو متن ہرگز
دم تسلیم سوں باہر نکلنا سو قباحت ہے
نہ دھر اس دائرے سوں ایک دم باہر چرن ہرگز
غنیمت جان اس تن کے قفس میں مرغ دل اپنا
نہ پہنچے گا بغیر از شوق تا حب الوطن ہرگز

••

تو ہے رشک ماہ کنعانی ہنوز
تجھ کوں ہے خوباں میں سلطانی ہنوز
ہر جھلک دیتی ہے تجھ رخسار کی
آرسی کوں درس حیرانی ہنوز
رات کوں دیکھا تھا تیری زلف کوں
دل میں ہے باقی پریشانی ہنوز

اے ولی اس گل بدن کے عشق میں
شغلِ بلبل ہے غزل خوانی ہنوز

• •

تجھ زلف کے بے تاب کوں مشکِ ختن سوں کیا غرض
تجھ لعل کے مشتاق کوں کانِ یمن سوں کیا غرض
مدت ستی اے گل بدن چھوڑا چمن کی سیر کوں
مشتاق ہوں تجھ درس کا مج کوں چمن سوں کیا غرض
پروا کفن کی نہیں مجھے اے شمع بزمِ عاشقاں
تجھ عشق میں جو سر دیا اس کوں کفن سوں کیا غرض
برجا ہے گر اہلِ ہوس طالب نہیں مجھ شعر کے
جن کو سخن کی بوجھ نئیں ان کو سخن سوں کیا غرض
ہرگز ولی کے پاس تم باتاں وطن کی مت کہو
جو نینہہ کے کوچے میں ہے اس کوں وطن سوں کیا غرض

• •

سجن کی خرد سالی پر خدا ناصر خدا حافظ
رقیباں کی ملامت سوں محمد مصطفےٰ حافظ

سجن کے حسن افزوں پر خدایا تو اماں کرنا
کہ اس امید گلشن پر علیؑ مرتضیٰ حافظ
سجن کی تیغِ ابرو سوں شہادت گاہ پاؤں میں
میرے اس قتل ہونے پر شہیدِ کربلا حافظ
سجن کا مکھ منور، نور آیت، فال مصحف ہے
کہ اہل نامراداں پر دعائے ہل اتیٰ حافظ
ولی غم گیں نہ ہو یہ بھید اسرار الٰہی ہے
کہ تیری دست گیری پر نگاہِ دل ربا حافظ

● ●

عشق کی آگ سوں جلی ہے شمع
سر ستی تا قدم گلی ہے شمع
خنجر عشق سوں کٹا سر کوں
مرغِ بسمل ہو تل ملی ہے شمع
جب ستی دیکھا تیرے نور کے تئیں
یک قدم کہیں نہیں چلی ہے شمع
تجھ لگن بیچ بس کہ ہے ثابت
جلنے سیتی نہیں ٹلی ہے شمع

کیوں نہ روشن ہو بزم حسن ولی
یار کے مکھ ستی ملی ہے شمع

• •

پھرتے ہیں تیرے عشق میں مجنوں ہویاراں ہر طرف
گرتے ہیں تیرے برہ کے یک سر پو گاراں ہر طرف
یو خال ہندو دیکھ کے تجھ مکھ ہوئے ہیں کافراں
تسبی مُصلا ڈال دے کے دیں داراں ہر طرف
ٹک تجھ حُسن کوں دیکھ کر سب ہوش اپنا کھوئے کر
پڑھتے ہیں تیری منقبت سب گل عذاراں ہر طرف
پڑتے ولی کے نین سوں انجھواں اسی شدت ستی
بہتے ہے جیوں بادل ستی کڑکے سوں باراں ہر طرف

• •

نہ کر سکوں ترے یک تار زلف کی تعریف
کروں ہزار کتب تجھ ثنا میں گر تصنیف
عجب نہیں جو فلک پر خطِ شعاعی دیکھ
اگر ورق پہ سُرج کے لکھیں تری تعریف

لطیفہ وقت اپر زیب بخش مجلس ہے
سدا گلاب میں ہرگز نہیں ہے بوئے لطیف

• •

میری نگہ کی رہ پہ اے فرخندہ فال چل
ہے روزِ عید آج اے ابرو ہلال چل
تیری نین کی دید کوں اے نورِ ہر نظر
شک نہیں اگر ختن ستی آویں غزال چل
وحدت کے میکدے میں نہیں بارِ ہوش کوں
اس بے خودی کے گھر کی طرف سدھ کو ڈال چل
اے بے خبر اگر ہے بزرگی کی آرزو
دنیا کی رہ گذر میں بزرگاں کی چال چل
گر عاقبت کے ملک کی خواہش ہے سلطنت
خوش خصلتی کے ملک میں اے خوش خصال چل
آیا تری طرف جو ولی تو عجب نہیں
آتے ہیں تجھ گلی منیں صاحبِ کمال چل

• •

عبارت تجھ زلف سوں ہے تسلسل
ہوا تیری کمر میں گم تامّل
ترے مکھ کے چمن کو یاد کر کر
دیا لالے نے اپنے دل اُپر گل
دمے تجھ حُسن کے دریا پہ جیوں موج
اگر رخسار پر چھوٹے یو کاکل
ترے رخسار و لب کوں دیکھ اے شمع
ہوئے پروانہ ہر طوطی و بلبل
میں دیکھا ہوں نگاہ دل سوں اے شوخ
تری انکھیاں سے بے جا ہے تغافل
ہوا زنجیر بند اے دام عشق
تری زلفاں کے ہر حلقے میں سنبل
ولی تیری گلی کوں دیکھ بولیا
یہی ہے ہند اور کشمیر و کابل

• •

تجھ شاہ خوباں کے ہوئے کئی صاحب اکرام رام
تجھ حسن کے دیوان سوں پائے ہیں کئی احکام لام

گُل کر پڑیں گے گل نمن بے شک گلستاں کے بغیر
تجھ گل بدن کے حسن کوں گر ملک کریں گل فام فام

تجھ زلف تے جو دائرے باندھے صفا رخسار پر
دیکھے نہیں اس شان کا کوئی صاحبِ اسلام لام

تجھ نین کے خنجر سوں ہے مجروح دل عشاق کا
تیری نگہ کے تیغ سوں ہیں صاحبِ سنگرام رام

تن کے ملک میں اے ولی تجھ عشق کے حاکم نے آ
دل کی رعیت سوں لے کر چوکھا کیا ہے دام دام

• •

نازمت کر تجھے ادا کی قسم
بے تکلف ہو مل خدا کی قسم

زلف و رخ ہے ترا جو لیل و نہار
مجھ کوں واللیل والضحٰی کی قسم

سرو قامت کوں کشیدہ قامت یار
راست بولیا ہوں تجھ ادا کی قسم

مصحف رخ ترا ہے صورت فجر
مجھ کوں والنجم اذا ہوئی کی قسم

ظلم مت کر سجن ولی اوپر
تجھ کوں ہے شاہ کربلا کی قسم

• •

جیوں گل شگفتہ رو ہیں سخن کے چمن میں ہم
جیوں شمع سربلند ہیں ہر انجمن میں ہم
ہم پاس آکے بات نظیری کی مت کہو
رکھتے نہیں نظیر اپس کے سخن میں ہم
ہیں داستاں برہ منیں مجھ یاد کئی ہزار
استاد بلبلاں کے ہیں ہر یک چمن میں ہم
خوباں جگت کے جیوں سوں ملتے ہیں ہم ستی
کامل ہوئے ہیں بس کہ محبت کے فن میں ہم
اس شوخ شعلہ رنگ سوں جب سوں لگن لگی
جلتے ہیں تب سوں شعلہ نمط اس لگن میں ہم
دو جگ ہوئے ہیں دل سوں فراموش اے ولی
رکھتے ہیں جب سوں یاد سری جن کی من میں ہم

• •

شراب شوق سیں سرشار ہیں ہم
کبھو بے خود کبھو ہشیار ہیں ہم

دو رنگی سوں تری اے سرو رعنا!
کبھو راضی کبھو بےزار ہیں ہم

ترے تسخیر کرنے میں سری جن
کبھو ناداں، کبھو عیار ہیں ہم

صنم ترے نین کی آرزو میں
کبھو سالم، کبھو بیمار ہیں ہم

ولیؔ وصل و جدائی سوں سجن کی
کبھو صحرا، کبھو گل زار ہیں ہم

● ●

صنم کے لعل پر وقت تکلّم
رگِ یاقوت ہے موجِ تبسّم

نہیں کُئی داد دیتا اس کی جگ میں
کیا تجھ زلف سوں جس نے تظلّم

ہوئے اشک ولی ازبس کہ جاری
اٹھا امواج دریا میں تلاطم

زہرہ جبیناں خلق کے آویں بہ رنگ مشتری
گر ناز سوں بازار میں نکلے وو ماہِ مہرباں

اے نور چشم عاشقاں تیری صفت کر نہ سکے
گو مردمِ بینا کوں ہو مانندِ مژگاں صد زباں

پڑھنا مطول کا کیا اس نے درس میں مختصر
تیری زباں سوں جو سنا علم معانی کا بیاں

دل بند ہے غنچہ نمط تیرے دہن کی فکر میں
ہے تجھ لباں کی یاد سوں ہر اشک رنگ ارغواں

تیری نگہ کے تیر سوں زخمی ہوا پیرِ فلک
تیری بھنواں کے سہم سوں خم ہے کمانِ آسماں

اے نو بہارِ خوش لقا جب سوں ہوا ہے تو جدا
تجھ بن ہے دل کے باغ میں اوّل سوں آخر لگ خزاں

یوں دوستاں کے ہجر سوں داغاں ہے سینے پر وَلی
صحرا کے دامن کے اُپر جیوں نقش پائے رہرواں

● ●

سجن تجھ انتظاری میں رہیں نس دن کھلی انکھیاں
مثالِ شمع تیرے غم میں رو رو بہہ چلی انکھیاں

ہوئی جیوں جلوہ گر تجھ یاد سوں مجھ دل میں بے تابی
تپیں شعلہ نمن گرمی سوں غم کے تل ملی انکھیاں

ترے بن رات دن پھرتیاں ہوں بن بن کشن کے مانند
اپس کے مکھ اُپر رکھ کر نگہ کی بانسلی انکھیاں

تری نیناں پہ گرا ہو تصدق ہو تو اچرج نیئں
کہ اس کوں دیکھ کر گلشن میں نرگس نے ملی انکھیاں

اتی خواہاں ہیں تجھ حسن و ملاحت ہور لطافت کی
کہ گویا دل میں رکھتیاں ہیں سدا فکر ولی انکھیاں

••

دل ہوا ہے مرا خرابِ سخن
دیکھ کر حسن بے حجابِ سخن

بزم معنی میں سرخوشی ہے اُسے
جس کوں ہے نشۂ شرابِ سخن

راہ مضمون تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن

جلوہ پیرا ہو شاہدِ معنی
جب زباں سوں اٹھے نقابِ سخن

گوہر اس کی نظر میں جا نہ کرے
جن نے دیکھا ہے آب و تاب سخن

ہرزہ گویاں کی بات کیوں کے سنے
جو سنا نغمۂ رباب سخن

ہے تری بات اے نزاکت فہم
لوح دیباچۂ کتاب سخن

لفظ رنگیں ہے مطلعِ رنگیں
نورِ معنی ہے آفتابِ سخن

عرفی و انوری و خاقانی
مج کوں دیتے ہیں سب حسابِ سخن

اے ولی درد سر کبھو نہ رہے
جب ملے صندل و گلابِ سخن

● ●

خوبیِ اعجاز حسنِ یار اگر انشا کروں
بے تکلف صفحۂ کاغذ یدِ بیضا کروں

جیوں نسیم اب لگ سبک روحی مجھے حاصل نہیں
کس طرح اس غنچۂ بندِ قبا کوں وا کروں

کیا کہوں تجھ قد کی خوبی سروِ عریاں کے حضور
خود بہ خود رسوا ہے اس کوں پھر کے کیا رسوا کروں
رات کوں آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب
زیورِ لب ذکر "سبحان الذی اسریٰ" کروں
آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے ولی
سرو قد کوں دیکھ سیر عالمِ بالا کروں

● ●

ہوا ہے رنگ بنگالہ تری نرگس کے جادو سوں
معطر ہے سوادِ ہند تیری زلف کی بو سوں
قسم تیرے تغافل کی کہ نرگس کی قلم لے کر
تری انکھیاں کے جادو کوں لکھا ہوں خونِ آہو سوں
کیا ہے مصرعِ برجستۂ قوس قزح موزوں
فلک مضمون رنگیں لے گیا تجھ بیت ابرو سوں
سخن میرا ہوا ہے تب سوں بالا ہر سخن اوپر
لگا ہے دھیان میرا جب ستی اس سرو دلجو سوں
ولی ہر شعر سوں میرے نزاکت جلوہ پیرا ہے
بہ جا ہے گر لکھوں اس مو کمر کوں خامۂ مو سوں

میری طرف سوں جا کہو اس ماہ عالم تاب کوں
یک رات فرشِ خاک کر مجھ دیدۂ کم خواب کوں
گر عشق میں آیا ہے تو اے دل گریباں پارہ کر
لیتے ہیں اس بازار میں بے تابی سیماب کوں
میرے دلِ گم نام کی کیا قدر پوچھے بے خبر
ہے دل براں کن اعتبار اس گوہر نایاب کوں
صافی دلاں کن بیٹھنا ہے کسب عزت کا سبب
دریا کا ہو کر ہم نشیں پہنچا ہے موتی آب کوں

••

فدائے دل برِ رنگیں ادا ہوں
شہید شاہدِ گل گوں قبا ہوں
کیا ہوں ترک نرگس کا تماشہ
طلب گارِ نگاہِ باحیا ہوں
نہ کر شمشاد کی تعریف مجھ پاس
کہ میں اس سرو قد کا مبتلا ہوں
سدا رکھتا ہوں شوق اس کے سخن کا
ہمیشہ تشنۂ آبِ بقا ہوں

قدم پر اس کے رکھتا ہوں سدا سر
ولی ہم مشربِ رنگِ حنا ہوں

••

میں سورۂ اخلاص ترے رو سوں لکھا ہوں
بسم اللہِ دیوان تجھ ابرو سوں لکھا ہوں
تجھ چشم کی تعریف کوں آہو کے نیَن پر
اکثر قلم نرگسِ جادو سوں لکھا ہوں
تجھ طرۂ طرار کی تعریف کوں اے شوخ
سنبل کے چمن میں گلِ شبو سوں لکھا ہوں
اس مردمکِ چشم طرف حال ولی کا
پلکاں کی قلم اپس انجھو سوں لکھا ہوں

••

اے مردمکِ چشم تجھ انکھیاں کی یہ لالی
نرگس کے قلم سوں گل لالہ پہ لکھا ہوں
بیتم نے قدم رنجہ کیا میری طرف آج
یہ نقشِ قدم صفحۂ سیما پہ لکھا ہوں

تجھ عشق ییں دیکھا ہے یہ دل مشرق و مغرب
یہ حالتِ دل دامن صحرا پہ لکھا ہوں
تجھ نرگسِ مخمور کی کیفیتِ مستی
اکثر خط ساغر مستئ صہبا پہ لکھا ہوں
اس کے دہن تنگ کی تعریف کا نکتہ
صنعت سوں وکی دیدۂ عنقا پہ لکھا ہوں

• •

میں عاشقی ییں تب سوں افسانہ ہو رہا ہوں
تیری نگاہ کا جب سوں دیوانہ ہو رہا ہوں
اے آشنا کرم سوں ایک بار آ درس دے
تجھ باج سب جہاں سوں بے گانہ ہو رہا ہوں
باتاں لگن کی مت پوچھ اے شمع بزم خوبی
مدت سوں تجھ جھلک کا پروانہ ہو رہا ہوں
شاید وو گنج خوبی آوے کسی طرف سوں
اس واسطے سراپا ویرانہ ہو رہا ہوں
سودائے زلف خوباں رکھتا ہوں دل میں دائم
زنجیر عاشقی کا دیوانہ ہو رہا ہوں

برجا ہے گر سنوں نیئں تا صبح تری نصیحت
میں جام عشق پی کر مستانہ ہو رہا ہوں
کس سوں وَلی اپس کا احوال جا کہوں میں
سرتا قدم میں غم سوں غم خانہ ہو رہا ہوں

••

سحر پرداز ہیں پیا کے نین
ہوش دشمن ہیں خوش ادا کے نیئن
دل ہوا آج مجھ سوں بے گانہ
دیکھ اس رمز آشنا کے نیئن
جگ میں اپنا نظیر رکھتے ہیں
دل بری میں وو دل ربا کے نیئن
نرگستاں کو دیکھنے مت جا
دیکھ اس نرگسی قبا کے نیئن
وو ہے گل زار آبرو کا گل
حق نے جس کو دیے حیا کے نیئن
اے وَلی کس اگے کروں فریاد
ظلم کرتے ہیں بے وفا کے نیئن

خوش قداں دل کوں بند کرتے ہیں
نام اپنا بلند کرتے ہیں
اپنے شیریں سخن کوں دے کے رواج
سرد بازارِ قند کرتے ہیں
بند کرنے کوں عاشقاں کے سدا
زلف اپنی کمند کرتے ہیں
اے وؔلی جو کہ ہیں بلند خیال
شعر میرا پسند کرتے ہیں

••

خوب رو خوب کام کرتے ہیں
یک نگہ میں غلام کرتے ہیں
کم نگاہی سوں دیکھتے ہیں ولی
کام اپنا تمام کرتے ہیں
کھولتے ہیں جب اپنی زلفاں کوں
صبح عاشق کوں شام کرتے ہیں
دل لجاتے ہیں اے ولی میرا
سرو قد جب خرام کرتے ہیں

مجھے گلشن طرف جانا روا نہیں
اگر گلشن میں وہ رنگیں ادا نہیں

بغیر از نقد جانِ پاک بازاں
متاعِ حسن کا دوجا بہا نہیں

سنا ہوں تجھ نگاہِ باحیا سوں
کہ ہرگز چشمِ نرگس میں حیا نہیں

ترا قد دیکھ کر کہتی ہے قمری
کہ ہرگز سرو میں ایسی ادا نہیں

تیرا مکھ دیکھنا ہے واجب العین
ادائے فرض میں خوف و ریا نہیں

تری زلفاں کے سنبل کا محرک
ہوائے عشق بازاں ہے صبا نہیں

عجب ہے دُرِ دریائے خوبی
کہ دل تیرا مروت آشنا نہیں

ولی گل رو کی دانش پر نظر کر
بہارِ حُسن کوں چنداں بقا نہیں

● ●

اے سامری تو دیکھ مری ساحری کے تئیں
شیشے میں دل کے بند کیا ہوں پری کے تئیں
اس زلف کے طلسم کوں دیکھا ہوں جب ستی
پایا ہوں تب سوں رشتۂ جادوگری کے تئیں
خورشید رے کے مکھ پہ شفق شرم سوں چھپا
نکلا ہے جب وو پہن لباس زری کے تئیں
پیدا ہوا ہے جگ میں ولی صاحبِ سخن
میری طرف سوں جا کے کہو انوری کے تئیں

• •

سجن کے باج عالم میں دگر نہیں
ہمن میں ہے و لے ہم کو خبر نہیں
عجب ہمت ہے اُس کی جس کوں جگ میں
بغیر از یار دوجے پر نظر نہیں
نہ پوچھو درد کی بے درد سوں بات
کہے کیا بے خبر جس کو خبر نہیں
ولی اس کی حقیقت کیوں کے بوجھے
کہ جس کا بوجھنا حدِ بشر نہیں

ہر رات آپس کے لطف و کرم سوں ملا کرو
ہر دن کوں عید بوجھ گلے سوں لگا کرو

حق تجھ سوں ہم کلام رکھے مج کوں رات دن
اس بات سوں مدام رقیباں جلا کرو

کب لگ رکھوگے طرز تغافل کوں دل منیں
ٹک کان دھر کے حال کسی کا سنا کرو

جب لگ ہے آسمان و زمیں جگ میں برقرار
جیوں پھول اس جہاں کے چمن میں ہنسا کرو

آیا ہوں احتیاج لے تم پاس اے صنم
اپنے لباں کے خضر سوں حاجت روا کرو

یک بات ہے ولی کی سنو کان دھر سجن
میری انکھاں کے باغ میں دائم رہا کرو

••

عالم کوں تیغ ناز سوں بے جاں نہ کو کرو
غمزے سوں اپنے غارت ایماں نہ کو کرو

آئینہ جمال منور کوں کر عیاں
خوبان خود پرست کوں حیراں نہ کو کرو

زاہد چلا ہے صورتِ محراب دیکھ کر
ابرو دکھا کے اس کوں پریشاں نہ کو کرو
مدت سوں تجھ نگاہ کا مشتاق ہے ولی
کن نے کہا غریب پہ احساں نہ کو کرو

• •

مت تمن انتظار ماہ کرو
ماہ رو کوں چراغ راہ کرو
سفرِ عشق کا اگر ہے خیال
ہمت دل کوں زاد راہ کرو
مکھ دکھادے گا یوسف معنی
دل سوں گر دیکھنے کی چاہ کرو
گل و بلبل کا گرم ہے بازار
اس چمن میں جدھر نگاہ کرو
حال دل پر ولی کے اے جاناں
نظر لطف گاہ گاہ کرو

• •

غفلت میں وقت اپنا نہ کھو، ہشیار ہو، ہشیار ہو
کب لگ رہے گا خواب میں بے دار ہو، بے دار ہو
گر دیکھتا ہے مدعا اس شاہدِ معنی کا رو
ظاہر پرستاں سوں سدا بے زار ہو، بے زار ہو
وہ نو بہار عاشقاں ہے جیوں سحر جگ میں عیاں
اے دیدہ وقتِ خواب نیٔں بے دار ہو، بے دار ہو
مطلع کا مصرع اے ولی ورد زباں کر رات دن
غفلت میں وقت اپنا نہ کھو، ہشیار ہو، ہشیار ہو

• •

نہ دیو آزار میرے دل کوں اے آرام جاں سمجھو
یہ خوبی کچھ سدا رہتی نہیں اے مہرباں سمجھو
تمھارے نین نے زخمی کیا تیر تغافل سوں
کرو گے کب تلک یہ ظلم اے ابرو کماں سمجھو
تمھاری خیر خواہی کا بیاں ہے مجھ زباں اوپر
یقیں ہو مہرباں مجھ پر اگر میرا بیاں سمجھو
سخن کے آشنا سوں لطف رکھتا ہے سخن کہنا
ولی سوں بات کرنا ہے بہ جائے دل ستاں سمجھو

اے دل سدا اس شمع پر پروانہ ہو پروانہ ہو
اس نوبہار حسن کا دیوانہ ہو دیوانہ ہو

اے یار گر منظور ہے تجھ آشنائیٔ عشق کی
ہر آشنائے عقل سوں بے گانہ ہو بے گانہ ہو

میری طرف ساغر بہ کف آتا ہے وہ مستِ حیا
اے دل تکلف بر طرف مستانہ ہو مستانہ ہو

میرے سخن کوں مہر سوں سنتا ہے وہ رنگیں ادا
اے سرگزشتِ حالِ دل افسانہ ہو افسانہ ہو

جاری رکھے گا کب تلک رسم جفا و جور کوں
اے معنیٔ ہر جان و دل جانانہ ہو جانانہ ہو

مج کوں خمار ہجر سوں پیدا ہوا ہے درد سر
اے گردشِ چشم پری پیمانہ ہو پیمانہ ہو

اے عقل کب لگ وہم سوں یک جا کرے گی خار و خس
آتا ہے سیل عاشقی ویرانہ ہو ویرانہ ہو

عالم میں تج کوں اے ولی ہے فکر جمعیت اگر
ہر دم خیالِ یار سوں ہم خانہ ہو ہم خانہ ہو

••

سخن ٹک ناز سوں مجھ پاس آ آہستہ آہستہ
چھپی باتیں اپس دل کی سنا آہستہ آہستہ

غرض گویاں کی باتاں کو نہ لا خاطر منیں ہرگز
سجن اس بات کوں خاطر میں لا آہستہ آہستہ

ہر اک کی بات سننے پر توجہ مت کر اے ظالم
رقیباں اس سبب ہوئیں گے جدا آہستہ آہستہ

ولی ہرگز اپس کے دل کوں سینے میں نہ رکھ غمگیں
کہ بر لاوے گا مطلب کوں خدا آہستہ آہستہ

• •

کیا مجھ عشق نے ظالم کوں آب آہستہ آہستہ
کہ آتشِ گل کوں کرتی ہے گلاب آہستہ آہستہ

وفاداری نے دلبر کی بجھایا آتشِ غم کوں
کہ گرمی دفع کرتا ہے گلاب آہستہ آہستہ

عجب کچھ لطف رکھتا ہے شب خلوت میں گلرو سوں
خطاب آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ

مرے دل کوں کیا بے خود تری انکھیاں نے آخر کوں
کہ جیوں بے ہوش کرتی ہے شراب آہستہ آہستہ

ادا و ناز سوں آتا ہے وہ روشن جبیں گھر سوں
کہ جیوں مشرق سوں نکلے آفتاب آہستہ آہستہ

ولی مجھ دل میں آتا ہے خیالِ یار بے پروا
کہ جیوں انکھیاں منیں آتا ہے خواب آہستہ آہستہ

● ●

ہوئے ہیں رام پیتم کے نین آہستہ آہستہ
کہ جیوں پھاندے میں آتے ہیں ہرن آہستہ آہستہ

مرا دل مثل پروانے کے تھا مشتاق جلنے کا
لگی اس شمع سوں آخر لگن آہستہ آہستہ

گریباں صبر کا مت چاک کر اے خاطر مسکیں
سنے گا بات وہ شیریں بچن آہستہ آہستہ

گل و بلبل کے سودے میں خلل ہووے تو بر جا ہے
صحن میں جب چلے وہ گل بدن آہستہ آہستہ

ولی سینہ میں میرے پنجۂ عشق ستم گر نے
کیا ہے چاک دل کا پیرہن آہستہ آہستہ

● ●

ترے قامت کی بالائی میں گر مصرع کروں موزوں
سرو قد سوں کرے تعظیم میری سروِ موزوں اُٹھ

تری بیمار چشماں کی حقیقت کس پہ ظاہر تیئں
گیا ہے سدھ بسر عالم کے عرصہ سوں فلاطوں اُٹھ

ولی تیری نگاہِ مست کی تعریف گر بولے
تو استقبال کوں آوے ہزاراں چشم مے گوں اٹھ

••

آج دستا ہے حال کچھ کا کچھ
کیوں نہ گذرے خیال کچھ کا کچھ

دلِ بے دل کوں آج کرتی ہے
شوخ چنچل کی چال کچھ کا کچھ

مج کوں لگتا ہے اے پری پیکر
آج تیرا جمال کچھ کا کچھ

اثر بادۂ جوانی ہے
کر گیا ہوں سوال کچھ کا کچھ

اے ولی دل کوں آج کرتی ہے
بوسۂ ماہ وصال کچھ کا کچھ

سجن تم مکھ ستی کھولو نقاب آہستہ آہستہ
کہ جیوں گل سوں نکستا ہے گلاب آہستہ آہستہ

ہزاراں لاکھ خوباں میں سجن میرا چلے یوں کر
ستاروں میں چلے جیوں ماہتاب آہستہ آہستہ

سلونے سانورے پیتم تری موتی کی جھلکاں نے
کیا عقدِ ثریا کوں خراب آہستہ آہستہ

● ●

گریاں ہے ابر چشم مری اشک بار دیکھ
ہے برق بے قرار مجھے بے قرار دیکھ

حیرت کا رنگ لے کے لکھے شکل بے خودی
تیری ادا و ناز کوں معنی نگار دیکھ

اے شہ سوار تو چلا ہے رقیب پاس
سینہ میں عاشقاں کے اٹھا ہے غبار دیکھ

تیری نگاہ خاطر نازک پہ بار ہے
اے بوالہوس نہ پی کی طرف یار یار دیکھ

تجھ عشق میں ہوا ہے جگر خون و داغ دار
دل میں ولی کے بیٹھ کے یو لالہ زار دیکھ

تیرے نین کا دیکھ کے مے خانہ آئینہ
ہے تجھ نگاہِ مست کا دیوانہ آئینہ

صافی اپس کی لے کے سنوارا ہے شوق سوں
رکھنے کوں تجھ خیال کا کاشانہ آئینہ

جب سوں پڑا ہے عکس ترا آئینہ بھیتر
تب سوں لیا ہے شکل پری خانہ آئینہ

تیرے نین کی دیکھ کے پتلی کوں اے صنم
سرتا قدم ہے صورتِ بت خانہ آئینہ

مانند اس وَلی کے ہوا مست و بے خبر
تجھ نینَ سوں پیا ہے جو پیمانہ آئینہ

• •

نرگس قلم ہوئی ہے سجن تجھ نینَ آگے
شکر ڈوبی ہے آب میں تیرے بچن آگے

ڈالا ہے تیرے چہرے نے غنچے کوں پیچ میں
ہر گل ہے سینہ چاک تیرے پیرہن آگے

ہے تجھ نین کے پاس مرا عجز بے اثر
زاری نہ جاوے پیش کدھی راہ زن آگے

کر حال پر ولی کے پیا لطف سوں نظر
دیا ہے سر نیاز سوں تیرے چرن آگے

●●

ترا قد دیکھ اے سید معالی
سخن فہماں کی ہوئی ہے فکر عالی
ہوا تیرے خیالاں سوں سراپا
مرا دل مثلِ فانوسِ خیالی
تری انکھیاں میں ڈورے دیکھ کر سرخ
بنائی خلق نے ریشم کی جالی
ہوئے معزول خوباں جگ کے جب سوں
ہوا تو حُسن کے کشور کا والی
ولی تب سوں ہوا ہم کار فرہاد
سنا جب سوں تری شیریں مقالی

●●

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اُسے زندگی کیوں نہ بھاری لگے

نہ چھوڑے محبت دمِ مرگ لگ
جسے یار جانی سوں یاری لگے
نہ ہوئے اسے جگ میں ہرگز قرار
جسے عشق کی بے قراری لگے
ولی کوں کہے تو اگر یک بچن
رقیباں کے دل میں کٹاری لگے

••

جس وقت تبسّم میں وو رنگیں دہن آوے
گل زار میں غنچے کے دہن پر سخن آوے
عالم میں ترے ہوش کی تعریف کیا ہوں
ایسا تو نہ کر کام کہ مجھ پر سخن آوے
ہرگز سخن سخت کوں لاوے نہ زباں پر
جس ذہن میں یک بار وہ نازک بدن آوے
تجھ بر کی اگر وصف کوں تحریر کروں میں
ہر لفظ کے غنچے ستی بوئے سمن آوے
برجا ہے اگر جگ میں ولی پھر کے دُجے یار
رکھ شوق مرے شعر کا شوقِ حسن آوے

ترا لب دیکھ حیواں یاد آوے
ترا مکھ دیکھ کنعاں یاد آوے
تری زلفاں کی طولانی کوں دیکھے
مجھے لیل زمستاں یاد آوے
ترے خط کا زمرد رنگ دیکھے
بہار سنبلستاں یاد آوے
جو گئی دیکھے میری انکھیاں کو روتے
اُسے ابر بہاراں یاد آوے
جو میرے حال کی گردش کوں دیکھے
اُسے گرداب گرداں یاد آوے
ولی میرا جنوں جو گئی کہ دیکھے
اُسے کوہ و بیاباں یاد آوے

• •

بہ رنگ گرد باد اس کوں کرے عالم میں سرگرداں
جسے عشق بلا انگیز خوباں رہنا ہووے
نہ چھوڑیں راستی روشن دلاں صبح قیامت لگ
اگر جیوں شمع ہر ہر آن تن سوں سر جدا ہووے

چمن میں دل کے جب گزرے خیال اس سرو قامت کا
سراپا آہِ سرد سینہ سرو خوش ادا ہووے
جدا اس گوہر یکتا سوں ہونا سخت مشکل ہے
اگر یک آن ہم دریا دلاں سوں آشنا ہووے
ولی مشکل نہیں ہرگز پہنچنا آبِ حیواں کوں
اگر خضرِ خطِ خوباں ہمارا رہنما ہووے

• •

سرخوشی حاصل ہوئی ہے آج گوناگوں مجھے
سبزۂ خط نے دیا ہے نشۂ افیوں مجھے
کشتۂ منت نہیں مینائے نرگس کا کبھی
ہے خیال چشم خوباں بادۂ گل گوں مجھے
لالہ و گل مجھ سوں لے جاتے ہیں رنگ و بوئے درد
گل رخاں کے عشق نے جب سوں کیا ہے خوں مجھے
کیوں نہ ہوئے آہ میری ہم سر سروِ بلند
یاد آتا ہے عزیزاں وہ قدِ موزوں مجھے
کثرتِ اسباب دل لینے کوں کچھ درکار نئیں
یک نگاہِ لطف سوں کرائے صنم مفتوں مجھے

اے ولی رکھ دل میں آوے وو صنم آہنگ شوق
نغمۂ عشاق کا آوے اگر قانوں مجھے

• •

کیوں نہ حاصل ہو رم آہو مجھے
اس کی انکھیاں نے کیا جادو مجھے
اے عزیزاں کیا کروں اخلاص کی
پہنچتی نہیں گل بدن سوں بو مجھے
شوخیِ چشم پری کا رنگ ہوں
حیرت افزا ہے رم آہو مجھے
اے ولی ہے جگ میں محرابِ دعا
قبلہ رو کا ہر خم ابرو مجھے

• •

مدّت ہوئی سجن نے کتابت نیئں لکھی
آنے کی اپنے رمز و کنایت نیئں لکھی
تصویر تیرے قد کی مصور نہ لکھ سکے
ہرگز کسی نے ناز کی صورت نیئں لکھی

وو دل ہے نورِ حق ستی فارغ کہ جس منیں
مصحف سوں تجھ جمال کے آیت نیئں لکھی
ڈرتا ہوں سادگی ستی موہن کی اے ولی
اس خوف سوں رقیب کی غیبت نیئں لکھی

● ●

آج سر سبز کوہ و صحرا ہے
ہر طرف سیر ہے تماشا ہے
چہرۂ یار و قامتِ زیبا
گل رنگیں و سروِ رعنا ہے
معنیِ حسن و معنی خوباں
صورتِ یار سوں ہویدا ہے
دم جاں بخش نوخطاں مج کوں
چشمۂ خضر ہے مسیحا ہے
کمرِ نازک و دہانِ صنم
فکر باریک ہے معمّہ ہے
کیا حقیقت ہے تجھ تواضع کی
یو تلطّف ہے یا مدارا ہے

سبب دل ربائی عاشق
مہر ہے لطف ہے دلاسا ہے
جوں ولی رات دن ہے محوِ خیال
جس کوں تجھ وصل کی تمنّا ہے

• •

قد ترا رشکِ سروِ رعنا ہے
معنیِ نازکی کی سراپا ہے
تجھ بھنواں کی میں کیا کروں تعریف
مطلعِ شوخ و رمز و ایما ہے
ساقی و مطرب آج ہیں ہم رنگ
نشۂ بے خودی دو بالا ہے
کیوں نہ ہر ذرہ رقص میں آوے
جلوہ گر آفتاب سیما ہے
آج تجھ غم سوں سے ولی گریاں
دیکھ جل پور کا تماشا ہے

• •

کماں ابرو پہ جیو قرباں ہوا ہے
دل اس کے تیر کا پیکاں ہوا ہے
بھواں، تیغ و پلک، خنجر، نگہ تیر
یو کس کے قتل کا ساماں ہوا ہے
عزیزاں کیا ہے پروانے کے دل میں
کہ جی دینا اُسے آساں ہوا ہے
بہ رنگِ گُل فراقِ گل رخاں میں
گریباں چاک تا داماں ہوا ہے
ولی تصویر اس کی جن نے دیکھا
مثالِ آرسی حیراں ہوا ہے

• •

سُرج ہے شعلہ تری اگن کا جو جا فلک پر جھلک لیا ہے
نمک نے اپنے نمک کوں کھو کر ترے نمک سوں نمک لیا ہے
یہ درس تیرے جو نور چمکا سوں اس سوں تارے ہوئے منور
یو چاند تجھ حُسن کا جو نکلا فلک نے تجھ سوں اچک لیا ہے
ترے درس کا یہ نور انور جدھا سوں روشن ہوا ہے جگ میں
تدھاں سوں بجلی نے اس چمک سوں اپس چمک میں چمک لیا ہے

ترے شکر لب کی کیا ثنا کہوں کہ لعل جگ میں جو ہے معزز
ترے لباں کی یہ دیکھ سرخی سوں اس نے رنگ و ڈنک لیا ہے
جو کھول لٹ کوں چلا لٹک کر جھمک جمک کر جو مکھ دکھایا
سو لٹ کوں دیکھے وَلی لٹک کر سجن نین میں اٹک لیا ہے

• •

تری زلف کے پیچ میں چھند ہے
کہ جس چھند میں چند در چند ہے
خیالِ زلف تجھ رسا کا صنم
عشاقاں کے دل کا علی بند ہے
برہ آگ تیرا مرے گھٹ منیں
جو بندہ کیا بند در بند ہے
دوانہ کیا ہے وَلی کوں سدا
تری زلف میں کیا سجن چھند ہے

• •

مکھ ترا آفتابِ محشر ہے
شور اس کا جہاں میں گھر گھر ہے

رگ جاں سوں ہوا ہے خوں جاری
یاد تیری پلک کی نشتر ہے
قد سوں تیرے کدھیں نہ پایا پھل
حق میں میرے درخت بے بر ہے
مج کوں پہنچی ہے آرسی سوں یہ بات
صاف دل وقت کا سکندر ہے
سیر دریائے معرفت کوں سنوار
کشتیٔ دل اگر قلندر ہے
اے ولی کیا ہے حاجت قاصد
نامہ میرا پرِ کبوتر ہے

• •

جسے اقلیمِ تنہائی میں اندازِ اقامت ہے
جبینِ حال پر اس کی سدا رنگِ سلامت ہے
گذر اس سرو قامت کا ہوا ہے جب سوں مسجد میں
مؤذن کی زباں اوپر ہمیشہ لفظِ قامت ہے
مجھے روزِ قیامت کا رہا نیئں خوف اے واعظ
خیالِ قامتِ رعنا مرے حق میں قیامت ہے

ہوا ہے جو جبیں فرسا تری محراب ابرو میں
صفِ عشاق میں اس کوں امامت ہے امامت ہے

نہ ہو ناصح کی سختی سوں مکدر اے دلِ شیدا
سدا نقدِ محبت کا محک سنگِ ملامت ہے

شرف ذاتی ہے تجھ کوں اے گلِ گلزارِ معشوقی
تجلی مکھ اُپر تیرے سیادت کی علامت ہے

ولی جو عشق بازی میں حقیقت سوں نہیں واقف
سخن اس کا قیامت میں گلِ باغِ ندامت ہے

• •

ہر اک زلفاں کے دیکھے نئیں اٹکتا
اٹکتا ہوں جہاں دل کی پکڑ ہے

کروں کیوں سنگ دل کے دل کوں تسخیر
زبردستی میں بیجاپُر کا گڑ ہے

برستا ہے سجن کے مکھ اُپر نور
نگاہوں کی ہر اک جانب سوں جھڑ ہے

جگت جوگی ہوا ہے دیکھ تج کوں
سرج جوگی فلک جوگی کی مڑ ہے

ولی تو بحرِ معنی کا ہے غواص
ہر اک مصرع ترا موتیاں کی لڑ ہے

• •

مجھ حکم میں وہ راست قدِ دل نواز ہے
جس کے ہر ایک بول میں عشرت کا ساز ہے
جب سوں رکھا ہوں عشق کی آتش اُپر قدم
تب سوں مثالِ عود مرا جیو، گداز ہے
اے بوالہوس نہ دل میں رکھ آہنگِ عاشقی
جاں باز عاشقاں پہ یہ دروازہ باز ہے
محراب تجھ بھنواں کی عجب ہے مقام خاص
ہر پنج گاہ جس میں دلوں کی نماز ہے
سن حرف راست باز کامت مل رقیب سوں
ہر چند تیری طبع مخالف نواز ہے
بانگ بلند بات یہ کہتا ہوں اے ولی
اس شعر پر بہ جا ہے اگر مج کوں ناز ہے

• •

ہم کوں شفیع محشر وہ دیں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری عذر گناہ بس ہے

نیئں آرزو کہ بیٹھوں مسند پہ سلطنت کی
تیری گلی میں آنا یہ دست گاہ بس ہے

درکار نیئں ہے مسجد سجدے کوں عاشقاں کے
محراب تجھ بھنواں کی اے قبلہ گاہ بس ہے

تجھ عشق کے جلے کوں کیا کام چاندنی سوں
تجھ حسن کا تماشہ اے رشکِ ماہ بس ہے

دل لے گیا ہمارا جادو سوں وہ پری رو
دیوانگی ہماری اس پر گواہ بس ہے

غم نہیں اگر رقیباں آئے ہیں چڑھ ولی پر
اے دوست تجھ کرم کی بج کوں پناہ بس ہے

••

آج ہر گل نور کی فانوس ہے
کوہ و صحرا صورتِ طاؤس ہے

گر نہ نکلے سیر کوں وہ نو بہار
ظلم ہے، فریاد ہے، افسوس ہے

اے صنم تیرے دہن کے شوق سوں
ہر کلی ییں نغمۂ ناقوس ہے
دیکھنے سوں سیر نئیں ہوتا وتی
مدعا اس کا کنار و بوس ہے

••

اے دوست تیری یاد میں دل کوں کمال ہے
نقشِ مراد آئینہ تیرا خیال ہے
آ اے مہِ دو ہفتہ مرے پاس ایک روز
ہر آن تجھ فراق کی سینہ پہ سال ہے
زاہد کوں مثل دانۂ تسبیح ایک آن
کوچے ستی ریا کے نکلنا محال ہے
اے عاشقاں کی عید تامل سوں کر نظر
تیری بھواں کی یاد میں تن جیوں ہلال ہے
گُل سوں زبانِ حال سوں کہتا ہے یہ بچن
غنچے کوں تجھ دہن سوں سدا انفعال ہے
روئے زمیں کا خال ہے زینت ییں اے صنم
تیرا جو مثل نقشِ قدم پائمال ہے

تیری نین کی یاد میں جن نے سفر کیا
اس کے سفر کی راہ نگاہِ غزال ہے
خاموش گر رہا ہے ولیؔ تو عجب نہیں
غواص کا ہمیشہ خموشی کمال ہے

••

اس سرو خوش ادا کوں ہمارا سلام ہے
اس یار بے وفا کوں ہمارا سلام ہے
لیتا نہیں سلام ہمارا حجاب سوں
اس صاحبِ حیا کوں ہمارا سلام ہے
اس یاج دل میں میرے دو جانیں ہے مدعا
اس دل کے مدعا کوں ہمارا سلام ہے
ناز و ادا سوں دل کوں مرے مبتلا کیا
اس نازنیں پیا کوں ہمارا سلام ہے
آرام جان و دل ہے ولی جس کا دیکھنا
اس جانِ دل ربا کوں ہمارا سلام ہے

••

دل طلب گار ناز مہ وش ہے
لطف اس کا اگرچہ دل کش ہے
مجھ سے کیوں کر ملے گا حیراں ہوں
شوخ ہے، بے وفا ہے، سرکش ہے
کیا تری زلف کیا ترے ابرو
ہر طرف سوں مجھے کشاکش ہے
تجھ بن اے داغ بخش سینہ و دل
چمنِ لالہ دشتِ آتش ہے
اے ولی تجربے سوں پایا ہوں
شعلۂ آہ شوق بے غش ہے

• •

ہر چند اس آہوئے وحشی میں بھڑک ہے
بے تاب کے دل سینے کوں لیکن نہ دُھڑک ہے
عشاق پہ تجھ چشم ستم گار کا پھرنا
تروار کی اوجھڑ ہے یا کٹے کی سڑک ہے
تیری طرف انکھیاں کوں کہاں تاب کہ دیکھیں
سورج سوں زیادہ تیرے جلوے کی بھڑک ہے،

عارفاں پر ہمیشہ روشن ہے
کہ فنِ عاشقی عجب فن ہے

دشمنِ دیں کا دین دشمن ہے
راہ زن کا چراغ روشن ہے

کیوں نہ ہو مظہرِ تجلیٔ یار
کہ دلِ صاف مثلِ درپن ہے

عشق بازاں ہیں تجھ گلی میں مقیم
بلبلاں کا مقام گلشن ہے

سفرِ عشق کیوں نہ ہو مشکل
غمزۂ چشمِ یار رہ زن ہے

مج کوں روشن دلاں نے دی ہے خبر
کہ سخن کا چراغ روشن ہے

گھیر رکھتا ہے دل کوں جامۂ تنگ
جگ منیں دور دور دامن ہے

عشق میں شمع رو کے جلتا ہوں
حال میرا سبھوں پہ روشن ہے

اے ولی صاحبِ سخن کی زباں
بزم معنی کی شمع روشن ہے

••

نکل اے دل ربا گھر سوں کہ وقت بے حجابی ہے
چمن میں چل بہار نسترن ہے ماہتابی ہے
گیا ہے جب سوں وو گل رو چمن میں مے کشی کرنے
ہراک گل صورتِ ساغر، ہراک غنچہ گلابی ہے
گلی میں اس ستم گر کی نہ جا اے دل نہ جا اے دل
کہ جاں بازی میں آفت ہے قیامت ہے خرابی ہے
کسے طاقت ہے انکھیاں کھول کر دیکھے تری جانب
جھلک تجھ حسنِ روشن کی شعاعِ آفتابی ہے
وفاداری بہارِ گلشنِ خوبی ہے اے گُل رو
نہ بوجھو سرسری ہرگز سخن میرا کتابی ہے
بہار عاشقی کوں تازہ کرنا اے گُل رعنا
تلطف ہے مدارا ہے کرم ہے بے عتابی ہے
ولی پایا رباعی چار ابرو کے تصور میں
تخلص چشم گریاں کا بہ جا ہے گر سحابی ہے

سرو میرا جب ستی گل پوش ہے
ہر طرف سوں بلبلاں کا جوش ہے

دیکھنا تجھ قد کا اے نازک بدن
باعثِ خمیازۂ آغوش ہے

کیوں نہ ہو امید کا روشن چراغ
شمع مجلس ساقیِ مے نوش ہے

ہر سخن تیرا لطافت سوں ولی
مثل گوہر زینت ہر گوش ہے

••

حسن تیرا بُرج پہ فاضل ہے
مکھ ترا رشکِ ماہ کامل ہے

جس کوں تجھ حسن کی نہیں ہے خبر
بے گماں دو جہاں میں غافل ہے

عشق کی راہ کے مسافر کوں
ہر قدم تجھ گلی میں منزل ہے

اے ولی طرز عشق آساں نہیں
آزمایا ہوں میں کہ مشکل ہے

ترا مکھ مشرقی، حسن انوری، جلوہ جمالی ہے
نین جامی، جبیں فردوسی و ابرو ہلالی ہے
ریاضی فہم، گلشن طبع و دانا دل، علی فطرت
زباں تیری فصیحی و سخن تیرا زلالی ہے
نگہ میں فیضی و قدسی سرشت طالب و شیدا
کمالی بدر دل اہل و انکھیاں سوں غزالی ہے
توہی ہے خسرو روشن ضمیر و صائب شوکت
ترے ابرو یہ مجھ بیدل کوں طغرائے وصالی ہے
ولی تجھ قد و ابرو کا ہوا ہے شوقی و مائل
تو ہر اک بیت عالی ہور ہر اک مصرع خیالی ہے

• •

ہر اک سوں مل، متواضع ہو، سروری یہ ہے
سنبھال کشتیٔ دل کوں قلندری یہ ہے
نکال خاطر فاتر سوں جام جم کا غم
صفا کر آئینہ دل سکندری یہ ہے
بسار دل سوں آپس کے تو یاد خاقانی
ولی کوں دیکھ کہ اب رشک انوری یہ ہے

شکار انداز دل وو من ہرن ہے
لقب جس شوخ کا جادو نَین ہے

ہوا ہے جیوں شہید لالہ رویاں
بہ رنگ داغ دل خونیں کفن ہے

نہیں درکار گُل گشتِ چمن زار
بہار عاشقاں وو گل بدن ہے

بہ جا ہے اس کوں کہنا خسروِ وقت
نظر میں جس کے وہ شیریں بچن ہے

ترا قد ہے بہارِ گلشن ناز
مثالِ سرو زیبِ انجمن ہے

خودی سوں اولاً خالی ہوا ہے دل
اگر اس شمع روشن کی لگن ہے

غلام و فدوی درگاہ احمد
سدا اس کی زباں پر یہ بچن ہے

ہوا جو خادمِ شاہِ ولایت
ولیؔ ہے والیِ ملک سخن ہے

• •

تری انکھیاں اُپر از بس بہار نیم خوابی ہے
گویا مضمون جامی سوں یہ رنگ انتخابی ہے
رہے کیوں ہوش عاشق کا سلامت دیکھ یو آفت
تبسم ہے، نگہ ہے، زلف ہے، چہرہ گلابی ہے
ولی اس بے وفا کے قول پر کیا اعتبار آوے
کہ ظالم ہے دو رنگی ہے ستم گر ہے شرابی ہے

●●

ترے لب پر جو خط عنبریں ہے
خطِ یاقوت سوں نقش نگیں ہے
چمن آرائے، باغ خوش ادائی
نہال قد سرو گل جبیں ہے
کہو زاہد کوں جا مے اس گلی میں
اگر مشتاقِ فردوس بریں ہے
نہ آوے گی کدھیں لکھنے میں ہرگز
مصور یو ادائے نازنیں ہے
ولی جن نے سنا میرے سخن کوں
زباں پر اس کے ذکر آفریں ہے

دل کوں تجھ باج بے قراری ہے
چشم کا کام اشک باری ہے
اے عزیزاں مجھے نہیں برداشت
سنگ دل کا فراق بھاری ہے
آتشِ ہجر لالہ رو سوں ولیؔ
داغ سینے میں یادگاری ہے

••

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے
کیوں کہ حاصل ہو مج کوں جمعیت
زلف تیری قرار کھوتی ہے
ہر سحر شوخ کی نگہ کی شراب
مجھ انکھاں کا خمار کھوتی ہے
کیوں کہ ملنا صنم کا ترک کروں
دل بری اختیار کھوتی ہے
اے ولیؔ آب اس پری رو کی
مجھ سینے کا غبار کھوتی ہے

اندوہ غم کی بات ترے باج بن گئی
آواز میری آہ کی پھر تا گگن گئی

تا حشر اس کا ہوش میں آنا محال ہے
جس طرف سے صنم کی نگاہ نین گئی

سرمے کا منہ سیاہ کیا ان نے جگ منیں
جس کی نین میں پیو کی خاک چرن گئی

تنہا سواد ہند میں شہرت نہیں صنم
تجھ زلف مشک بو کی خبر تا ختن گئی

اب لگ وکی پیا نے دکھایا نہیں درس
جیوں شمع انتظار میں ساری رین گئی

• •

مو بہ مو تجھ غم سوں ضعف و ناتوانی ہے
ٹک کرم کرو ساجن وقت مہربانی ہے

دیکھنے سوں خوباں کے منع مت کرے زاہد
موسم بزرگی نیں، عالم جوانی ہے

تجھ سوں ہم نشیں ہونا، اے گل بہار دل
وجہ شادمانی ہے، عیش جاودانی ہے

سادہ رو جہاں کے سب گوش رکھ کے سنتے ہیں
اے ولی سخن تیرا گوہر معانی ہے

• •

عشق بے تاب جاں گدازی ہے
حسن مشتاقِ دل نوازی ہے
جو ہوا رازِ عشق سوں آگاہ
وہ زمانے کا فخرِ رازی ہے
پاک بازاں سوں یوں ہوا مفہوم
عشق مضمونِ پاک بازی ہے
جا کے پہنچی ہے حدِ ظلمت کوں
بس کہ تجھ زلف میں درازی ہے
تجربے سوں ہوا مجھے ظاہر
ناز مفہوم بے نیازی ہے
اے ولی عشق ظاہری کا سبب
جلوۂ شاہدِ مجازی ہے

• •

باغِ ارم سوں بہتر موہن تری گلی ہے
ساکن تری گلی کا ہر آن میں ولی ہے
تجھ عشق کی صدا سوں لبریز ہوں سراپا
ہر استخواں میں میری آواز بانسلی ہے
امید ہے کہ ہووے مجھ درد سر کا درماں
جامے کا رنگ تیرے اے شوخ صندلی ہے

• •

کوچۂ یار عین کاسی ہے
جوگیِ دل وہاں کا باسی ہے
پی کے بیراگ کی اداسی سوں
دل پہ میرے سدا اداسی ہے
اے صنم تجھ جبیں اوپر یہ خال
ہندوئے ہر دوار باسی ہے
زلف تیری ہے موج جمنا کی
تل نزک اس کے جیوں سناسی ہے
یہ سیہ زلف تجھ زنخداں پر
ناگنی جیوں کنوے پہ پیاسی ہے

اے ولی جو لباس تن پہ رکھا
عاشقاں کے زنگ لباسی ہے

• •

مت تصور کرو مجھ دل کوں ہرجائی ہے
چمنِ حسن پری رو کا تماشائی ہے
یاد کرتا ہے سدا مصرعِ زنجیر جنوں
دلِ بے تاب کہ تجھ زلف کا سودائی ہے
دیکھ کر اس کوں ہوئے سرو صنوبر پابند
اس قدء قد میں ترے جلوۂ رعنائی ہے
اے ولی رہنے کوں دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ یار ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

• •

ترا مکھ ہے چراغِ دل ربائی
عیاں ہے اس میں نور آشنائی
لکھا ہے تجھ قد اوپر کاتب صنع
سراپا معنی نازک ادائی

تو ہے سر پاؤں لگ ازبس کہ نازک
نگہ کرتی ہے تجھ پگ کوں حنائی
تری انکھیاں کی مستی دیکھنے میں
گئی ہے پارسا کی پارسائی
ولی ہنستی ہے ہر شب بزم میں شمع
پتنگ میں دیکھ کر عشق ریائی

••

باغ ہے سیر ہے نظارہ ہے
سبزہ ہے لالہ ہے ہزارا ہے
یار کے کان میں دُر بالی
مہر ہے، ماہ ہے، ستارا ہے
ہات میں پنج تارہ مطرب کے
چنگ ہے، بین ہے، دوتارا ہے
نگہ شوخ قاتلِ خوں خوار
سیف ہے، بانک ہے، دودھارا ہے
ملکِ دل کے خراب کرنے کوں
شاہ ہے، فوج ہے، نقارا ہے

آ، توں مجھ بر منیں حجاب نہ کر
گوشہ ہے، رات ہے، اندھارا ہے
مانگ اپنی مراد توں لے ولی
آہ ہے، درد ہے، پکارا ہے

• •

مل کے رہنا سجن عجب کچھ ہے
ہنس کے کہنا بچن عجب کچھ ہے
عاشقِ درد مند ہیں اے جان
دل بری کا سخن عجب کچھ ہے
صحبتِ غیر ترک کر پیارے
ایک تن، ایک من عجب کچھ ہے
دیکھتا ہوں تو یہ دو عالم میں
عاشقی کی لگن عجب کچھ ہے
کیا کرے مال و دھن خزینہ کوں
یہ خبر سن رتن عجب یہ کچھ ہے
سیر گلشن کو میں نہیں جاناں
حسن کا یہ چمن عجب یہ کچھ ہے

سرو تجھ قد انگے غلام دسے
اے تو نرگس نین عجب کچھ ہے
منفعل ہو کے غنچے کہتے ہیں
خوش توں غنچہ دہن عجب کچھ ہے
حسن میں کوئی نہیں ترا ثانی
توں سدا گل بدن عجب کچھ ہے
برہ کی بات سیں نہ ٹلنا ہے
رمز یہ من ہرن عجب کچھ ہے
رکھ وکی پر سدا مہربانی
فکر کر یہ سجن عجب کچھ ہے

••

دل و جاں اس لنک اوپر فدا ہے
ستم گر بے وفا یو کیا ادا ہے
بہ یک نظارہ دل دادیم از دست —— فارسی
وفا دشمن جفا جو، کچھ بلا ہے
بہ مسکیں دل بدہ دیدار کی بھیک
نہ مانے تو گدا ہے بے نوا ہے

مرا چیت لے چلا بن مکھ دکھا کر
ستم ہے اے ولی جور و جفا ہے

• •

جو کئی ہر رنگ میں اپنے کوں شامل کر نہیں گنتے
ہمن سب عاقلاں میں اس کوں عاقل کر نہیں گنتے
مدرس مدرسے میں گر نہ بولے، درس درشن کا
تو اس کوں عاشقاں استاد کامل کر نہیں گنتے
جو بسمل نیں ہوا تیری نین کی تیغ سوں بسمل
شہیداں جگ کے اس بسمل کوں بسمل کر نہیں گنتے
بغیر از معرفت سب بات میں گر کئی اچھے کامل
ولی سب اہل عرفاں اس کوں کامل کر نہیں گنتے

• •

مجھ دل میں بے دل کے سدا وو دل بر جاناں بسے
جیوں روح قالب کے بھتر یوں مجھ منیں پنہاں بسے
پتلی میں میرے نین کے بستا ہے دل بر عین یوں
پردے میں ظلمات کے جیوں چشمۂ حیواں بسے

اس دل ربا دل دار کا ہے ٹھار میرے دل منیں
یوں دل بھیتر رہتا ہے وو جیوں دل منیں ایماں بسے
یو دل میں میرے اے ولی بستا ہے وہ اہل شفا
سینے منیں جیوں بید کے ہر درد کا درماں بسے

• •

یہ مرا رونا کہ تیری ہے ہنسی
آپ بس نیَں پر بسی ہے پر بسی
ہے کل عالم میں کرم، میرے اوپر
جز رسی ہے، جز رسی ہے، جز رسی
رات دن جگ میں رفیق بے کساں
بے کسی ہے، بے کسی ہے، بے کسی
سست ہونا عشق میں تیرے صنم
ناکسی ہے، ناکسی ہے، ناکسی
باعثِ رسوائیِ عالم ولی
مفلسی ہے، مفلسی ہے، مفلسی

• •

کیوں نہ آوے نشۂ غم سوں دماغِ عاشقی
بادۂ حیرت سوں ہے لب ریز ایاغِ عاشقی

اشک خوں آلود ہے سامان طغرائے نیاز
مہر فرمانِ وفاداری ہے داغِ عاشقی

آب سوں دریا کے ہرگز کام نیئں عشاق کوں
گریۂ حسرت سوں ہے سرسبز باغِ عاشقی

گر طلب ہے تم کوں راز خانۂ دل ہو عیاں
آہ کی آتش سوں روشن کر چراغِ عاشقی

درد منداں باغ میں ہرگز نہ جاویں اے ولی
گر نہ دیوے لالۂ بلبل سراغِ عاشقی

• •

باطن کی گر مدد ہو اسے یار کر رکھوں
اپنے سخن کا اس کوں خریدار کر رکھوں

اس کی ادا و ناز کی خوبی کوں کر بیاں
ہر خوب رو کوں صورت دیوار کر رکھوں

بر جا ہے گر چمن میں کہے وو نگاہ کر
نرگس کوں اپنی چشم کا بیمار کر رکھوں

تسبیح تیری زلف کوں کہتے ہیں اے صنم
تک تار دے کہ رشتۂ زنّار کر رکھوں

••

گرمی سوں وہ پری رو جب شعلہ تاب ہووے
برجا ہے دل جلوں کا سینہ کباب ہووے
شبنم میں غرق ہووے شرمندگی سوں ہر گل
وہ گل بدن چمن میں جب بے حجاب ہووے
تیرے لباں کے آگے برجا ہے لے پری رو
گر آب زندگانی موجِ سراب ہووے
کیوں بے خودی نہ آوے اس وقت پر دلی کوں
وو سرو ناز پیکر جب نیم خواب ہووے

••

کاں مرا صاحب افتخار گیا
اس کے جانے سیں سب وقار گیا
یا الٰہی مرے سجن کوں ملاؤ
کہ جدائی سیتی قرار گیا

یاد کر کے لکھا کہوں دل سیتی
کہ بہت مج کوں انتظار گیا
کیوں کہ اپنا یہ غم گنواؤں میں
جو ہمارا وو غم گسار گیا
صادق العیش کیا کہاؤں گا
عشق میرے کا روزگار گیا
تجھ بنا زندگی مجھے ہے حرام
میرے جینے کا اب ادھار گیا
سٹ ولی میں تو خود نمائی کون
کہ ستم اس پہ بے شمار گیا

●●

جاناں جفا کرے تو کہو کس سیں بولنا
نا دوستی دھرے تو کہو کس سیں بولنا
پیتا ہے مل شراب رقیب سیں رات دن
گر محتسب ڈرے تو کہو کس سیں بولنا
یک دو گھڑی جو ہم سیں ملے تو عجب نہیں
سب عمر یوں بسر کئے تو کہو کس سیں بولنا

سن کیا کہا ہے بن میں ولیؔ کوئیلوں نے کوک
انصاف میں پھرے تو کہو کس سیں بولنا

• •

سناوے مج کوں گر گئی مہربانی سوں سلام اس کا
کہاؤں آخر دم لگ بہ جاں منتِ غلام اس کا
اگرچہ حسب ظاہر میں ہے فرقت درمیاں لیکن
تصور دل میں میرے جلوہ گر ہے صبح و شام اس کا
بہ رنگ لالہ نکلے جام لے کر اس زمیں سے جم
اگر بخشے تکلم سوں مے جاں بخش جام اس کا
کرے آزادگی اپنی گرفتاری اُپر قرباں
جو دیکھے یک قدم پھر، سرو، گلشن میں خرام اس کا
ولیؔ دیکھا جو اس انکھیاں کے ساقی کن دو جام مے
ہوا ہے بے خبر عالم سوں ہوا خواہانِ جام اس کا

• •

مدت کے بعد آج کیا جوں ادا سوں بات
کھلنے سوں اُس لباں کے ہوا حلّ مشکلات

میٹھی تری یو بات اہے نت نبات ریز
گویا رکھے ہیں لب میں ترے مایۂ نبات
ظلمات سوں نکل کے جہاں میں عیاں اچھے
گر حکم لیوے لب سوں ترے چشمۂ حیات
تجھ ناز ہور ادا سوں مری یو ہے عرض عرض
یا عین التفات ہو یا حکم التفات
اس وقت مجھ کوں عیش دو عالم ملے ولی
جس وقت بے حجاب کروں پیو سنگات بات

• •

مج کوں تجھ بن کسی سوں کام نہیں
فکر ناموس و ننگ و نام نہیں
قاصدِ دل نہیں ہے غیر از آہ
اثرِ درد بن پیام نہیں
گرچہ لچھمن ترا ہے رام وَلے
اے سجن تو کسی کا رام نہیں
زندگی جامِ عیش ہے لیکن
فائدہ کیا اگر مدام نہیں

عشق اس کا ہے ناتمام جسے
پی کی خاطر کا اہتمام نہیں
باغ میں سرو، نخل آہ دسے
اے ولی گرو و خوش خرام نہیں

• •

ہیکل گلے میں جان سیں مصحف نمن دھرتا ہوں میں
مانند حافظ یاد کر وو نام کوں پھرتا ہوں میں
لب حمد، وا ابرو بسم اللہ وو زلف ہیں واللیل جیوں
لے درس قرآں رخ کا اب شمس الضحیٰ پڑھتا ہوں میں
تجھ ید کوں جب میں ید لگا تب سیں ید بیضا ہوا
تبّت یدا کا ورد اب دن رات جپ کرتا ہوں میں
ہے سورۂ والعصر جیوں اس عصر میں تیرا یہ حسن
قدم لم یکن کی سیر کا مشتاق ہو پھرتا ہوں میں
دعوت زماں یٰسین ہے یا ئے پریشانی یوں سے
انا فتحنا کن مدد تج کوں سجن دھرتا ہوں میں
اب لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار
آنکھوں سے تیری یوں دسے اس واسطے ڈرتا ہوں میں

میرے سجن کوں کیوں ہوئے آسیب نازل اے ولی
احفظنی عن شر البلا اس قد پر پڑھتا ہوں میں

• •

صاف دل کو اگر بدام رکھو
جام جمشید کا مقام رکھو
گر تمھیں تابِ انتقام نہیں
بے سمجھ مت کسی سوں کام رکھو
خالی کی مت کرو طرف داری
خاطرِ زلفِ مشک فام رکھو
ناز کی سرکشی کوں دیکھوں گا
آج میرا نیاز نام رکھو

• •

فردیات

ولی مرہم نہیں اس کا کسی طور
کہ جن نے عِشق کا کھایا جھپیٹا

•

جگ میں جو اعتبار نہ پایا ترے نزیک
ہوکر خجل سرج نے لیا ہے گگن میں جا

•

تیرے لباں کی حلاوت کو رکھ کر نظر بھیتر
شکر گھلی ہے جدی ہور گھلا ہے قند جدا

•

نہیں ہے شوق مجھ کوں باغ کی گل گشت کا ہرگز
ہوا ہے جلوہ گر داغاں سوں سینے کا چمن میرا

•

تجھ عشق میں ولی کے انجھو ابل چلے ہیں
اے بحرِ حسن آ دیکھ اس پور کا تماشہ

•

مجھ گھٹ میں اے گھر گھٹ ہے شوق تجھ گھونگھٹ کا
دیکھیں سوں لٹ گیا دل تیری زلف کا لٹ کا
تجھ نین کے دیکھن کا دل تھاٹ کر، چلا تھا
غمزے کو دیکھ ٹھٹ کوں، ناچار ہو کے تھٹ کا

•

طاقت نہیں کسی کوں کہ یک حرف سن سکے
احوال گر کہوں میں دلِ بے قرار کا

•

دل کو میرے تب ستیں حاصل ہوا ہے پیچ و تاب
جب سوں دیکھا پیچ تیری لٹ پٹی دستار کا

•

تجھ صاحب نیرنگ کی دیکھے اگر تصویر کوں
دل جا پڑے حیرت میں نقاشِ رنگ آمیز کا
اے عیسوی دم جگ منیں پایا وہ عمر جاوداں
جو جگ منیں بسمل ہوا تیری نگاہِ تیز کا

بہ جز رنگیں ادا دوجے سوں مت مل
اگر مشتاق ہے تو رنگ و رس کا
ولی کو ٹک دکھا صورت آپس کی
کھڑا ہے منتظر تیرے درس کا

•

دیکھا ہوں قد و زلف و دہن پیو کا جب ستی
کیتا ہوں ورد تب سوں الف لام میم کا

•

کیا مدہوش مجھ دل کوں انیندی نین ساقی نے
عجب رکھتا ہے کیفیت زمانہ نیم خوابی کا
ولی سوں بے حسابی بات کرنا بے حسابی ہے
نہیں وہ آشنا اے یار ہرگز بے حسابی کا

•

ولی انکھیاں کی گرداوات پتلی کی سیاہی سوں
لکھیا تیری صفت کوں لے قلم معنی نگاری کا
لگے جیوں نخل ماتم سرو گلشن اس کی انکھیاں میں
تماشہ جن نے دیکھا ہے سجن تجھ خوش خرامی کا

نہ پاوے دین کی لذت جسے دنیا کی خواہش ہے
قفل ہے لذتِ دنیا حقیقت کے خزانے کا

●

آپس کی زلف کا فرکیش کی جھلکار ٹک دکھلا
کہ زاہد بے خبر دم مارتا ہے پارسائی کا
سُرج کو گر اجازت ہو تو آوے سیس سوں چل کر
کہ اس کوں شوق ہے تجھ آستاں پر جبّہ سائی کا

●

طرّہ زر لباس سبز پہ دیکھ
سر اُپر آگ کا ہے پرکالا

●

نقطے پہ تیرے خال کے باندھا ہے جن نے دل
وہ دائرے میں عشق کے ثابت قدم ہوا
بے منّتِ شراب ہوں سرشار انبساط
تجھ نین کا خیال مجھے جامِ جم ہوا

●

گر نہیں ہے خنجرِ بے دادِ خوباں کا شہید
دامنِ صد چاکِ گل کس واسطے پر خوں ہوا

•

کچھ نقدِ جاں کا کھونا تخصیص نئیں دل کی
نہیں کُئی کہ تجھ گلی میں دل کوں بسر نہ آیا

•

اے ولی غیرت سوں سورج کیوں جلے نئیں رات دن
جگ منیں وہ ماہ، رشکِ ماہ کنعانی ہوا

•

اغماض کیا چلتا رہا۔ مجھ کوں نہ پوچھا
کیا اس کوں مرے حال پہ کچھ پیار نہ آیا

•

گردِ غم، آبِ نین، درد کے معمار نے لے
خانۂ عشق جگر سوز کوں تعمیر کیا

•

باعثِ نشۂ دو بالا ہے
حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ ادا

رشک سوں تجھ لباں کی سرخی پر
جگرِ لالہ داغ داغ ہوا

•

تیرے نین نے یک نگہِ التفات سوں
عالم کے وحشیاں کو کیا ہے شکار آج
اطراف آسماں کے ہجوم شفق نہیں
تجھ رنگ نے ہوا کوں کیا لالہ زار آج

•

مت پست فطرتاں سوں مل اے سرو ناز نیں
تجھ قد کا نام جگ میں ہے نام خدا بلند

•

مشتاق تجھ درس کا اے شمع بزم خوبی
دیکھا نہیں ہے دوجا ہرگز ولیؔ کے مانند

•

اے ولیؔ ترک علائق دل کوں لذت بخش ہے
جیوں ہے دنیا دار کوں فکر سر و ساماں لذیذ

•

تشبیہ جو تجھ خط کوں دیا مشکِ ختن سوں
عالم کوں وو آگاہ کیا اپنی خطا پر

دشوار ہے حیرت سوں ولی اس کوں نکلنا
باندھا ہے جو دل اس رخ آئینہ نما پر

•

یہ مکھ کی شمع سوں روشن ہے ہفت اقلیم کی مجلس
ولی پروانگی کرتا تری مُلکِ دکھن بھیتر

•

آشنایاں کوں موجِ آبِ وفا
ہے محبت کی تیغ کا جوہر

•

ولی تیرے لباں سوں اے تنک طبع
چلا ہے لذت دشنام لے کر

•

جنونِ عشق ہوا اس قدر زمیں کو محیط
کہ پارسا کوں ہوئی موج بوریا زنجیر

•

فصاحت کیا کہوں اس خوش دہن کی
کسی کا موہاں نہیں ہوتا سخن سبز

●

آپس کی چشم کی گردش سوں دے پیالہ مجھے
گیا نہیں ہے مری چشم سوں خمار ہنوز
ولی جہاں کے گلستاں میں ہر طرف ہے خزاں
ولے بحال ہے وو سرو گل عذار ہنوز

●

مجھ سوں مت کہہ لباس کی کچھ بات
معتبر نئیں ہے عاشقی میں لباس

●

خوش قداں سب اس انگے حیراں ہیں
ہے لٹک میں جیوں کبک رفتار خاص
قتل کرتے ہیں وو نیناں پر خمار
کون ہے لیوے تجھ آنکھوں سیں قصاص

●

دو جا نہیں کچھ مدعا اس عاشق جاں باز کوں
ہے آرزو دل میں مرے پیتم کے ملنے کی فقط

•

سجن کا مکھ منور نور آیت فال مصحف ہے
کہ اہلِ نامراداں پر دعائے ہل اتیٰ حافظ

•

اے ولی آرزو سدا ہے یہی
کہ ملے مجھ سوں وو رفیق شفیق

•

اس کے مکھ کی شعاع کوں کرتا ہے
ہر صبح آفتاب استقبال

•

بیانِ سینہ چاکاں اے ولی کیوں کر سنے ہر یک
کہ بوئے گل سوں نازک تر ہے آہنگِ زبانِ دل

•

ہے بس کے ترے رنگ میں صافی و لطافت
لکھتا ہوں ترے وصف کوں میں آبِ گہر سوں

حاجت نہیں چراغ کی تجھ گھر میں اے ولیؔ
روشن ہے بزمِ عشق تری شمع آہ سوں

•

جن نے رقم کیا ہے تعریف تجھ نین کی
معنی میں کیوں نہ ہووے ہم چشم عبہری سوں

•

کرے غم سوں صد برگ صد پارہ دل
دکھاؤں اگر چہرۂ زرد کوں

•

اے سرگروہِ سرکشاں لایا ہے نسّاجِ فلک
خطِ شعاعی سوں بنا تجھ چیرۂ زرتار کوں

•

اے حیلہ گر رند تری حیلہ گری دیکھ
سب حیلہ گراں ترک کئے حیلہ گری کو

•

بخشا ہے ترے نین نے کیفیتِ مستی
تجھ مکھ نے خبردار کیا بے خبری کوں

کرتا ہے ولی سحر سدا شعر کے فن میں
تجھ نین سوں سیکھا ہے مگر جادوگری سوں

•

کریں گر بحث اس انکھیاں کے جادو کی سحر سازاں
نہ پہنچے کوئی باریکی میں کاجل کے معانی کوں

•

ہے ترے لب سوں اے شکر گفتار
بات کہنا بنات سوں شیریں

•

جمعیت آسماں سوں، توقع بجا نہیں
ہیں آفتاب و ماہ ہمیشہ سفر منیں

•

اے نورِ جان و دیدہ ترے انتظار میں
مدت ہوئی پلک سوں پلک آشنا نہیں
اے نو بہارِ حسن و گُلِ باغِ جان و دل
افسوس ہے کہ تجھ منیں رنگِ وفا نہیں

•

اس زلف کے طلسم کوں دیکھا ہوں جب ستی
پایا ہوں تب سوں رشتۂ جادوگری کے تئیں

•

ہے قصۂ دراز کے سننے کی آرزو
اس زلف تاب دار کی تعریف سر کرو
اے دوستاں بہ تنگ ہوا ہوں میں ہوش سوں
پیتم کا ناوں لے کے مجھے بے خبر کرو

•

صفحۂ نیَن پہ پتلی کی سیاہی لے کر
نقطۂ خال کی تعریف کوں تحریر کرو

•

فکر جمعیت اپس دل میں کئے ہیں زیاد
زلف کوں کھول غریباں کوں پریشاں نہ کرو

•

جو شعر باسی تھے جیوں پھول ہوئے باسی
جب شعر ولی تیرا یو تازہ ہوا تازہ

•

لکھا پلک کے قلم سوں میں اے کماں ابرو
جگر کے خون سوں تجھ تیغ کی سیہ تابی

•

اے سجن تجھ مکھ کے مصحف میں مجھے
دیکھنا برجا ہے فالِ دوستی

•

حیرت سوں گئی پری سوں پرمارنے کی طاقت
دیکھی جو یک نظر بھر تجھ ناز و چھب کی شوخی

•

میں اپنی آنکھوں کوں واللہ فرش راہ کروں
گزر جو میری طرف کوں وہ شہ سوار کرے

•

تمھارے قد کی نزاکت سوں ڈسے مجھ سر و جیوں لکڑی
ترے گل برگ لب آگے خجل ہے پھول کی پنکھڑی
نہ ہوئے اے ولی ہرگز اس کا عقدۂ مشکل
تماشے سوں کہ جن نے دل منیں اپنے گرہ پکڑی

•

تجھ دہن کو دیکھ کر بولا ولیؔ
یہ کلی ہے گلشنِ امید کی

•

بخیلی درس کی ہرگز نہ کیجیو اے پری پیکر
ولیؔ تیری گلی میں جب کے مانندِ گدا نکلے

•

اگر ٹک گھر سوں وو گل گوں قبا شیریں بچن نکلے
مرے سینے سوں بے تابانہ آہِ کوہ کن نکلے

•

تری انکھیاں کی ہے تعریف ہر ہر بیت میں میری
غزالاں صید ہو آویں جہاں میری غزل جاوے
ولیؔ ہے اس قدر صافی صنم کے صاف چہرے پر
کے اس کے وصف لکھنے میں قلم کا پگ پھسل جاوے

•

مجھے اس شوخ کے ملنے کا دائم شوق ہے دل میں
اگر یک بار مجھ سوں آ کے مل جاوے تو کیا ہووے

•

حافظے کا حسن دکھلاتا ہے نسیانی مجھے
ہے کلیدِ قفلِ دانش طرز نادانی مجھے
یک پلک دوجے پلک سوں نئیں ہوئی ہے آشنا
جب سوں تیرے حسن نے بخشی ہے حیرانی مجھے

•

نہ پوچھو آہ و زاری کی حقیقت
عزیزاں عاشقی کا مقتضا ہے

•

تجھ جدائی میں نئیں اکیلا میں
درد و غم آس پاس ہوتا ہے
اے ولی دل رُبا کے ملنے کوں
جی میں میرے ہلاس ہوتا ہے

•

پایا ہوں ولی سلطنت ملک قناعت
اب تخت و چتر حق میں مرے ارض و سما ہے

•

تیرے نین کے دور میں بے وقر ہے شراب
مے خانہ تجھ نگاہ سوں دائم خراب ہے

شاید کہ دامِ عشق میں تازہ ہوا ہے بند
وعدے پہ گل رخاں کے جسے اعتماد ہے

•

اے وؔلی تعریف اس کی کیا کروں
ہر طرح مستغنی الاوصاف ہے

•

آج گل گشتِ چمن کا وقت ہے اے نو بہار
بادۂ گل رنگ سوں ہر جامِ گُل لب ریز ہے

•

کُئی مقصود ہے دنیا، کُئی مقصود جنّت ہے
مجھے مقصود دنیا میں مرے پیتم کی گالی ہے

•

رنج اچھے تو غم نہ کر بعد خزاں بہار ہے
غم کی اندھاری سوں نہ ڈر رات پچھلا پہار ہے
ابرو و چشم و زلف و بال، خال و خط اس نگار کا
خنجر و سحر و عقرب و دانہ و دام و مار ہے

•

فرہنگ

الف

اُپاس (उपास)	بھوک، روزہ
اُپاسی	روزہ دار، فاقہ کرنے والا
اُپرال	پر (کے) اوپر
اپڑنا	ہاتھ آنا
اپس میں	آپ میں
اِتا	اتنا
اِتاچ، اتاچ	اتنا ہی
اُتال	اب، فورن
اتاول	اتاولا ہونا
ات پت (उतपत)	خاندان، اصل نسب
اتّڑنا	ایک پر ایک چیز رکھنا
اتیت (अतीत)	پردیسی، پراتن۔ قدیم۔ اجنبی
اٹکل	اندازہ
اَجان	بے جانا، انجان
اُجھنا، اُچھنا	اٹھنا
اَجھوں	ابھی
اجھوں لگ	ابھی تک
اچھنا	ہونا
اچھو	ہو
اچھے، اہے	ہے
ادھار	غذا
آدھار (आधार)	بنیاد، سہارا
ازگجا	خوش بودار مرکب
اڑکنا	اٹکنا
آسا	طرح
اِکنگ	اکیلا، کسی کی مدد نہ چاہنے والا
آگل	آگے، سامنے

اگے — سامنے۔ آگے

اَپس، آپُس — آپ، اپنے آپ

اَپر، اُپر — اوپر، کے، پر

آپنا — اپنا — آلس سستی

آل — آنچ، گرمی

النگ — طرف، رُخ، چھلانگ

امرت بچن (अमृत वचन) میٹھا بول

اُمس — گرمی

اَنجن — سرمہ۔ کاجل

انجھو — آنسو

اُنن کوں، اُنھوں کو — ان کو، انھیں کو

اندکار — اندھیرا (अन्धकार) تاریکی

اُنیندی نین — خوابناک آنکھیں جن میں نیند نہ ہو

اوٹھ — پردہ، ہونٹ، لب

اوجھر، اوجھڑ — تلوار کی جھڑپ، وار

اَوَل — اوّل، پہلا

ب

باٹ — رستہ، انتظار

باج — بغیر

باختر — پورب، سورج، خراسان کا علاقہ

بادلی — ابر

باڑ — دھار، آب و تاب،

باسُک — سانپوں کا بادشاہ

بان — تیر

بنتا — سونے چاندی گلانے کی گھریا

بدل — کے لیے، ویسا ہی

براگی — سنت، سادھو، बैरागी

برہ — فراق، ہجر، جدائی वियोग

بستار (विस्तार) تفصیل

بستار — ساز و سامان

بکسا — کھلنا، نکلنا

بَل بَل جانا — قربان ہونا، فریفتہ ہونا

بَل — طاقت

بَلی — طاقت ور

بناں — بنا، بغیر

بندنا बंदना عبادت

بَنارنا — بندھنا، باندھنا

بوت बहुत بہت (अधिक)

بوجے — بوجھ، سمجھ (पहेली)

بوجنا — بوجھنا، سمجھنا

بولیا — بولا

بھار बाहर باہر

بھاکر — انداز سے جھکانا

بھبھاس — راگ کا نام

بھال — جانا پہچانا، دیکھا بھالا

بھاو भाव ادا، جذبہ، چہرہ

بھڑنگ — سادہ مزاج

بھبھوتی (भभूति) راکھ، جسے سادھو اپنے چہرے اور بدن پر ملتے ہیں
भभूत

بھجنگ — کالا سانپ، ناگ

بھُنور — بھونرا (भंवरा)

بھوئیں भुइं زمین، ارض بھئوں भौं

بیجلی — بجلی، برق

بید — وید، پستک

بیگ — جلدی

پ

پاُتنام — نامزد

پَتی (पत्र) خط، چٹھی

پٹکا — کمر پر باندھنے والا کپڑا

پتیانا — لگاوٹ دکھانا، یقین کرنا विश्वास

پجن ہاری — پجارن

پچھا — پوچھا، استفسار प्रश्न

پچھے — پیچھے

پرت — محبت प्रीत

پَربسی — پرایا بس

پرم — پیار، پریم प्रेम

پڑ — پڑھ

پڑیا — پڑنا، حادثہ

پشانی — پیشانی मस्तस्क

پکھڑی پنکھڑی
پینھ عقیدہ، دین
پو پہ، پر، اوپر
پور دریا کا پورا ہونا، سیلاب
پورا گاؤں पुरवा
پونچتی पौंचती پہنچتی
پھاندا پھندا، گرہ
پھیر پہنا،
پھسیا پھنسی، پھوڑا
پھل پھول पुस्प
پی पियु، معشوق
پیر پیڑا पीड़ा درد

ت

تاسی ایک قسم کپڑے کی
تان لئے
تپ عبادت، ریاضت
تجنا، تٹنا چھوڑنا، چھوٹنا
تُجے تجھ کو
تجے تیسرا شخص، تجا ہوا، چھوڑا ہوا
تدھان جب سے
تروار تلوار
تس سوں اس لئے، جس لئے
تسبی تسبیح
تکڑی ترازو
تُمنا تم کو
توں تب
توں تو، تم
توچ . تونچہ توہی، تم ہی
تھاٹ ٹھاٹ، شان
تھانو تھاہ
تھٹ بھیڑ، مجمع
تھٹک رکاوٹ
تے سے
تیوں اس طرح
تیونچ اسی طرح

ٹ

ٹک ذرا، تھوڑا
ٹھار جگہ
ٹھور، ٹھانو جگہ، مسکن، ٹھکانہ

ج

جات جانا
جالنا جلانا
جہاں جہاں دنیا
جتا جتنا
جلبل جل کر क्रोधित
جل پور پانی سے بھری جگہ

جلیا — جلا
جمدھر — کٹار
جودھا — سپاہی
جوکھنا — دیکھنا، انتظار، تولنا
جھاڑ — پیڑ
جھانجھا — جھانجھ
جھالا — پکڑا
جُھٹا — جھوٹا
جھکار — چکاچوند کرنے والا/والی
جی باندھنا — دل لگانا، ہمت کرنا
جیوں — جس طرح

چ

چَٹ — چاٹ۔ فورن
چپل — چپلا चपला بجلی، تیزی
چڑ — چڑھ
چکارا — ہرن کی ایک قسم
چکرت — حیران ہونا، چکت ہونا
چندر — چاند
چہے — چاہنا، چاہ، چاہے
چوندھیر — چاروں طرف
چھب — جلوہ، انداز
چھند — فریب، ہندی کا وزن، شاعری کا ایک وزن، قسم
چیرا — پگڑی

ح

حدث — حدیث

خ

خوش باس — خوش بو، خوش مزاج آدمی

د

دارم — انار
دامی — دام میں آنے والا
دَتن — دانت
دُجا، دوجا — دوسرا
درا — دریا
دَرَس — درشن
دَرس — سبق
دِسا — دکھائی دیا، نظر آیا
دِسنا — نظر آنا
دنبال — پیچھے
دُنوں — دونوں
دُوبھاسی — دو زبان جاننے والا
دیول — مندر
دھات — لوہا، طرح، ڈھنگ
دَئی — دی
دیوا — چراغ

ڈ

ڈسیلا — ڈسنے والا

ر

راوت — سپاہی
رج — خاک، شہوانی جذبات ابھارنے والا جذبہ
رکھے سر — سر رکھ کر
رل جانا — مل جانا، گھس جانا
رُمال — رومال
رُوسنا — روٹھنا
رَہَس — شوق
رین رَہَسا — रहस्य بھید
رات

ز

زرینا — سنہرا لباس
زیب ور — سجیلا، بانکا

س

ساجن — محبوب، پریمی
سار — مثل
سال — کانٹا، زخم
سَبل — بلوان، طاقت ور
سُتے — سوتے ہوئے
ستی، سیتی، سوں — سے
سٹ دینا — موقعہ دینا، چھوڑ دینا त्याग
سٹنا — گھسنا، مقابلہ کرنا، مارنا
سداں — ہمیشہ
سُرج — سورج
سرجنا — پیدا کرنا
سُرجنا — پھیلانا
سُرچنا सुरचना — اچھی تخلیق، اچھی
سری جن — محبوب
سری کا — سا، مثل
سُکھا — سوکھا، خشک
سکل — کل، ہر جگہ
سکھے — سیکھے
سُمرن — تسبیح، رٹنا، یاد کرنا
سناسی — سنیاسی
سنا — سننا، بھرنا، لتھڑا ہوا
سنتا — کنجوس
سنگرام — بڑی لڑائی، جنگ
سنگات — ساتھ
سوباس — مُعطّر
سور سوریہ — سورج
سیس — سَر

ش

شان عسل — شہد کا چھتہ
شفا — حکیم بوعلی سینا کی ایک کتاب
شمسیہ — نجم الدین ابن عمر ابن علی قزوینی کی منطق پر لکھی ہوئی تصنیف

ص

صفا صفا — صاف صاف

صفا — صفحہ — पन्ना

ط

طاس — کٹورا

طاسی — ایک ریشمی کپڑا

ع

عاصا — عصا۔ ڈنڈا۔ لکڑی

عبہری — نرگسی

علی بند — ہتھ پھول، ہاتھ کا زیور

ق

قانون — حکیم بوعلی سینا کی کتاب، تاروں سے بنا باجہ (ساز)

قِلا — قلعہ

قَلَب — کھوٹا

ک

کاڑنا — نکالنا، دوہنا، کاڑھنا

کاسی — کاشی، شہر کا نام، بنارس

کُبل — مشکل

کتا — جلاد کی تلوار

کِتا — کتنا

کتک — کچھ، کئی

کدھان — کہاں، کدھر

کراڑ — بلانوش، بے تحاشہ پینے والا، بے حد پینے والا۔ پیکڑ पियक्कड़

کسل — لباس वस्त्र

کن — پاس

کھان — کان جہاں دھاتیں نکالی جاتی ہیں

کھبالے — گھونگھر والے

کوُں — کو

کوُں — کہوں، کون

کھب — خم، ٹیڑھا، کھبنا، چبھنا، زخم، چوٹ

کھو — گھپا، غار، جگہ

کیا — کہا

کیفی — شراب کی مستی میں رہنے والا

گ

گالنا — گلانا

گل — گلا، گردن، مچھلی پکڑنے والا کانٹا

گھٹ — خاطر، گھٹنا، من مضبوط

گھاں — پسند آیا

ل

لاگا — لگا، پیچھے لگنا، لگ پچھو

لٹ پٹی — شوخ، گندھی ہوئی

لٹکا — غمزہ

لگ — تلک، الگ، لگاوٹ، محبت

لگن — چاہت، شادی کی رسم لگن پڑنا، ایک قسم کا برتن

لالن — ساجن

لجانا — لے جانا

لَجانا — شرمانا

لکھیا	لکھنا، لکھا
لون	نمک

م

مان	عزت
مت	طریقہ، ڈھنگ
مٹ	مٹھ
مجھ سار	مجھ جیسا
مدھ، مد	شراب
مرگ	ہرن
مُند بالا	ایک زیور، مالا، ہار
مطلع انوار	مطالع الانور منطق کی مشہور کتاب (سراج الدین محمود)
مُند	بند
مَند	ڈھول
مُند مالا	خنجر، کٹار
مَنے، منین	میں
موٹھ	مٹر، بیسن کی بنی نمکین
مُوا	مرا، ایک محاورہ (موا ہرجائی)
موہا	جیت لیا
میا	محبت، ماتا، مایا
میانے	بیچ

ن

نا	نہیں، نہ
ناٹھ جانا	ہٹ جانا
ناد	آواز
نال	پاس
نافراں	ایک قسم کا پھول
ناؤں	نام
نبل	کمزور निर्बल
نپٹ	نیرا، سراسر، نہایت
نت	سدا، ہمیشہ
ندھڑک	نڈر
نرمل	صاف، ٹھنڈا، نرمل مزاج
نروالا	بے نیاز
نردبان	سیڑھی
نزک	نزدیک
نس	ہر
نکارا	نکالا
نکسنا	نکلنا
نکو	نہ کرو
نکھ، نو	ناخن
نگھر گھٹ	جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ مفلس، نہ گھر کا نہ گھاٹ کا، ایک محاورہ (دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا)

نمط	مانند
نمن	طرح
نھیچ	نہیں
نیر	آنسو
نیہہ، نینہا	آنکھ

و

وارنا	نچھاور ہونا
واہاں	وہاں
وو	وہ
وھانچ	وہاں
ووچ، وھوچ، ونچیچ	وہی، وہ ہی

ہ

ہاٹ	بازار، میلہ
ہاربند	زیور
ہت	ہاتھ، ایک محاورہ 'ہت تری کی'
ہردا	دل، جی، من، دل ہرنے والا، دل لینے والا۔
ہزاری	بلبل
ہلاس	خوشی
ہمن، ہمنا	ہم، ہم کو
ہموں	ہم لوگ
ہور	اور
ہوے	ہوکر
ہیا	دل، من

ی

یاں	یہاں
یو	یہ
یوچ یونچہ	یوں ہی، یہ ہی
یوں کر	یوں کرکے اس طرح

پیش دست

اقبال اور غزل	ساحل احمد	سائز ڈیمائی	صفحات	۶۴۰ صفحات
۶۷۸ کا شعری ادب	"	"	۱۶۰	"
دوازدہ	"	" کراؤن "	۲۰۸	"
موسم	"	" ڈیمائی "	۲۲۴	"
اردو افسانہ: روایت سے جدیدیت تک	"	" " "	۳۲۰	"
نئے ادبی رجحانات	ڈاکٹر سید اعجاز حسین	" کراؤن "	۳۵۲	"
انشاء کے حریف و حلیف	ڈاکٹر عابد پیشاوری	" ڈیمائی "	۲۲۴	"

اور

کلاسیکی شعراء کا انتخابی سلسلہ

درد فن و شخصیت اور کلام — ساحل احمد

سودا " " " "

آتش " " " "

اور

یگانہ فن و شخصیت اور کلام — مجتبیٰ حسین، ساحل احمد

ناصر کاظمی — ساحل احمد

گلشن کی دوسری کتابیں

اقبال ایک تجزیاتی مطالعہ ———— ۶/-

اقبال شناسی کے ضمن میں گزشتہ چند برسوں میں جن نئے ناموں کا اضافہ ہوا ان میں ساحل احمد کا نام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ انھوں نے اقبال کی حیات اور شاعری کے پس منظر میں اقبال کی فکر و شخصیت کا جو تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے وہ اقبال کو سمجھنے میں بڑی مدد دیتا ہے۔ یہ کتاب اقبالیات میں ایک قابل قدر اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

غزل پس منظر پیش منظر ———— ۲۸/-

ساحل احمد نئی نسل کے ذہین اور باصلاحیت نقاد ہیں۔ انھوں نے اس کتاب میں نئے تنقیدی افکار کی روشنی میں غزل کی جمالیات کا جائزہ لیا ہے اور قدیم و جدید نیز مشہور اور گم نام سیکڑوں شاعروں کے کلام کا تجزیہ کرنے میں اپنے رچے ہوئے تنقیدی شعور کا ثبوت دیا ہے۔

ڈاکٹر عنوان چشتی

شعری ادب ۱۹۷۷ء ———— ۱۵/-

۱۹۷۷ء کی شاعری کا یہ بڑا ہی نمائندہ اور مستند انتخاب ہے۔ ساحل احمد ادبی دنیا میں نقاد اور ان تھک کام کرنے والوں میں خود ہی ایک انتخاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ منتخب نظموں اور غزلوں میں تقریباً سبھی میں کوئی نہ کوئی ایسی خصوصیت ضرور ہے جو اس مجموعے میں شرکت کا جواز بن سکتی ہے اور پاکستان میں ہونے والی اردو شاعری سے اس کا تقابلی مطالعہ نقادوں کے لیے ایک اہم موضوع بن سکتا ہے۔

کلام حیدری

اضافی تنقید ———— ۳۰/-

کرامت علی کرامت نے کسی خاص گروہ کی وکالت کرنے کے بجائے فن کی نظریاتی صداقت تلاش کی ہے اور قاری کو بند پانیوں میں سفر کرنے کے بجائے کھلے سمندروں اور تازہ ہواؤں کا ذائقہ چکھنے کا مشورہ دیا ہے اور ان کے موضوعات کو پیش پا افتادہ تنقیدی عمل سے نجات دلانے کی کوشش کی ہے۔ ان کا استدلال فن کی نئی [illegible] سے متعارف کراتا ہے۔ یہ کتاب جدید ادب پر استناد کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر ورق پر قاری کو سوچ[illegible] مہیا کرتی ہے۔

انور سدید

Only Jacket Printed at Angle Printers, Allahabad-3